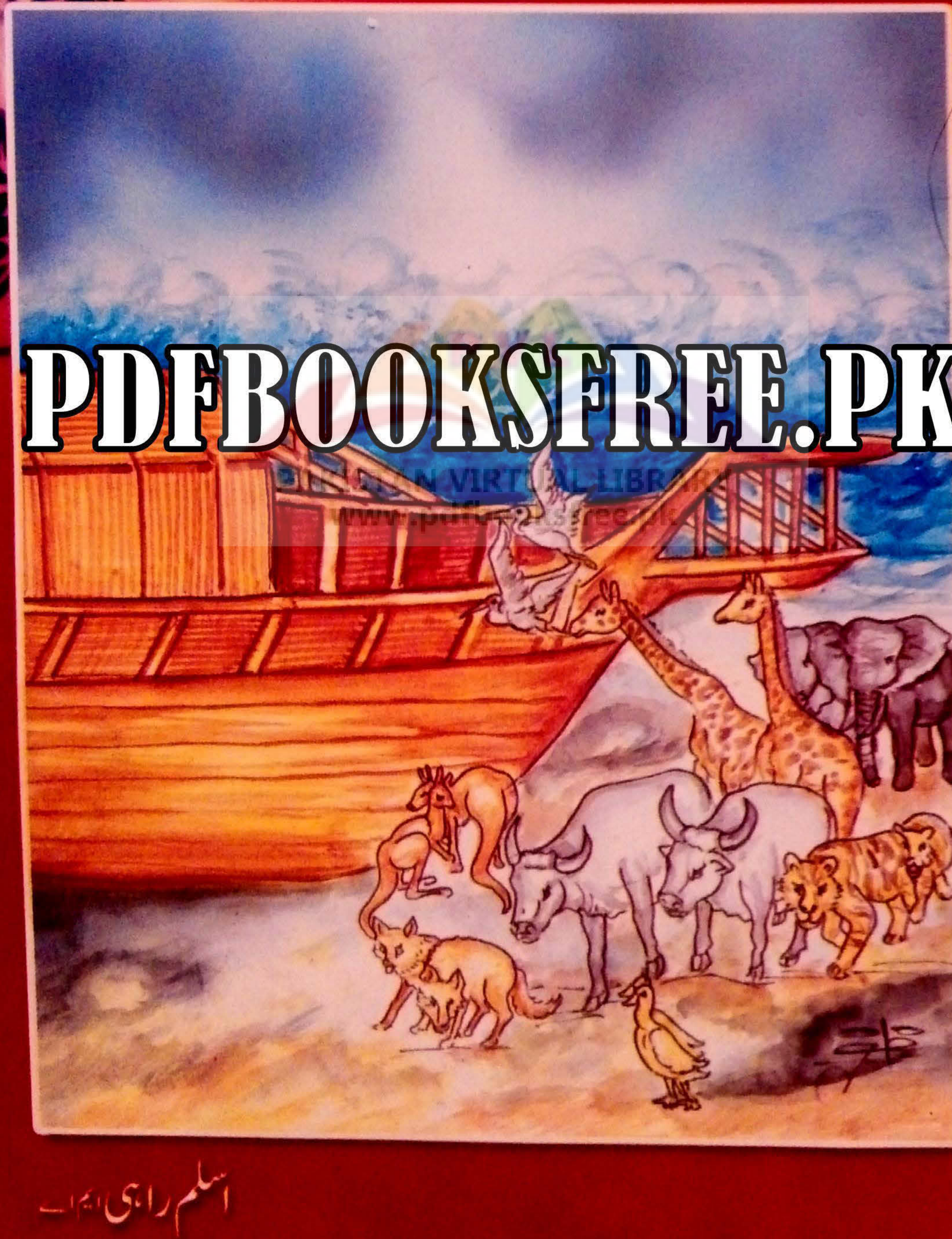
حضرت نوح علیہ السلام



PDFBOOKSFREE.PK

ISLAMIAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

اسلم راہی ایم اے

حضرت نوح علیہ السلام

اسلم راہی ایم۔اے

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

جملہ حقوق بحق پبلشرز محفوظ ہیں

نام کتاب ——— حضرت نوح علیہ السلام

تحریر ——— اسلم راہی ایم اے

ناشر ——— شمع بک ایجنسی

پرنٹر ——— برکت اینڈ سنز

سن اشاعت ——— 2011ء

قیمت ——— -/30روپے

شمع بک ایجنسی
نوید اسکوائر
اردو بازار کراچی
Ph:32773302

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

www.pdfbooksfree.pk

حضرت نوح علیہ السلام اس زمین پر حضرت آدم کے بعد پہلے نبی ہیں جن کو رسالت سے نوازا گیا۔ جس انسان پر خدا کی وحی نازل ہوتی ہے، وہ نبی اور جس کو جدید شریعت عطا کی گئی ہو اور اُس پر وحی بھی آتی ہو، وہ رسول ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت ابوزہرہ سے ایک حدیث نقل ہے جس کا ترجمہ کچھ اس طرح ہے:

"حضرت نوح علیہ السلام کو زمین پر پہلا رسول بنایا گیا۔"

علم الانساب کے ماہرین نے حضرت نوح کا نسب نامہ اس طرح بیان کیا ہے۔

نوح بن لامک بن متوشالح بن خنوح بن یارد بن مہلیل بن کنہان بن انوش بن شیث بن آدم علیہ السلام۔

اگرچہ مؤرخین اور توریت نے اسی شجرۂ نسب کو صحیح مانا ہے لیکن کچھ محققین اس کی صحت پر شک اور تردّد کرتے ہیں بلکہ یقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ حضرت آدم اور حضرت نوح کے درمیان ان بیان کردہ سلسلوں سے زیادہ سلسلے ہیں۔

توریت نے خلق آدم اور وِدلاتِ حضرت نوح نیز وفاتِ آدم اور

www.pdfbooksfree.pk

ولادت نوح کی درمیانی مدت کا تذکرہ کیا ہے۔ اُس کو بھی اگر نقل کیا جائے تو فرق واضح ہوتا ہے۔ البتہ یہ بات پیش نظر ہے، توریت کے عبرانی، سامی اور یونانی زبان کے نسخوں میں بہت زیادہ اختلافات ہیں۔ اس بحث پر بہت سے علماء نے سیر حاصل تحریریں رقم کی ہیں۔

اس سلسلے میں علماء کا کہنا ہے کہ اگر حضرت آدم کی وفات اور حضرت نوح کی ولادت کے درمیان حساب بہ مطابق کرنا چاہیں تو کامیاب نہیں ہوسکیں گے اس لئے کہ حضرت آدم اور حضرت نوح کے درمیان جو مدت گزری، اُس پر جو مؤرخین اور علماء کے جو تخمینے ہیں، وہ اکثر شک پر مبنی ہیں۔ اس وجہ سے اس مسئلے پر توریت کے مختلف نسخوں میں بھی کافی اختلاف اور انتشار پایا جاتا ہے۔

قرآنِ مجید کے معجز نما نظم کلام کی یہ سنت ہے کہ وہ تاریخی واقعات سے جب کسی واقعہ کو بیان کرتا ہے تو اپنے مقصد وعظ تذکیر کر کے پیش نظر واقعہ کی ان ہی جزویات کو نقل کرتا ہے جو مقصد کے لئے ضروری ہیں اور اجمال و تفسیر اور تکرار واقع میں صرف ایک ہی مقصد اُس کے سامنے ہوتا ہے اور وہ یہی موعظت اور عبرت کا مقصد ہے۔ چنانچہ اسی اسلوب کے مطابق قرآن مجید نے حضرت نوح کے واقعہ کا اجمالی و تفصیلی ذکر تینتالیس جگہ کیا ہے۔

جہاں تک حضرت نوح کی بعثت سے پہلے تمام قوم خدا کی توحید اور صحیح مذہبی روشنی سے یکسر نا آشنا تھی اور حقیقی خدا کی جگہ خود ساختہ بتوں نے لے لی تھی۔ غیر اللہ کی پرستش اور اصنام پرستی ان کا شعار تھا۔ حضرت نوح کی قوم

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

دجلہ اور فرات کے دوآبہ میں تھی۔ لہٰذا یہیں حضرت نوح علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا۔

جہاں تک وادیٔ دجلہ اور فرات کی ان زمینوں کا تعلق ہے، ان سرزمینوں میں ماضی کے نہ جانے کتنے راز اور بھید پوشیدہ ہیں۔ مؤرخین کا کہنا ہے کہ قومیں جن کا ایک فرد بھی آج اس زمین پر موجود نہیں، زبانیں جن کا اب کوئی بولنے والا زندہ نہیں ہے، قائد جن کا ایک بھی پیروکار نظر نہیں آتا، اب پررونق شہر، عظیم مساجد اور عمدہ محل اب جن کے نشان بھی باقی نہیں رہے لیکن ماضی کبھی بھی نہیں مرتا۔ وہ خاک میں ملتے ملتے بھی اپنے فکر وفن، علم و ہنر کا خزانہ حال کے حوالے کر جاتا ہے۔

حال جو مستقبل کا پہلا قدم ہے، اثاثے کی چھان پھٹک کرتا ہے۔ جو اشیاء مفید اور کارآمد ہوتی ہیں، انہیں کو کام میں لاتا ہے جو حقدار اور روایتیں صحت مند ہوتی ہیں، اُن کو قبول کر لیتا ہے، البتہ بیکار چیزوں کے انبار ضائع کر دیئے جاتے ہیں اور فرسودہ اقدار اور روایات کو رد کر دیا جاتا ہے اور جب زندگی کا کارواں اگلی منزل کی طرف کوچ کرتا ہے تو اس کے سامانوں میں نئے تجربات اور تخلیقات کے علاوہ بہت سی پرانی چیزیں بھی ہوتی ہیں۔

مؤرخین مزید لکھتے ہیں کہ قافلہ حیات کا یہ سفر ہزاروں سال سے یونہی جاری ہے۔ قومیں فنا ہو جاتی ہیں مگر نئی نسلوں کے طرزِ معاشرت، صنعت و حرفت پر سوچ کے انداز پر اور ادب وفن کے اقدار پر ان کا اثر باقی رہتا ہے۔ زبانیں مردہ ہو جاتی ہیں اور پھر ان کے الفاظ، محاورے اور استعارات نئی

www.pdfbooksfree.pk

زبانوں میں داخل ہوکران کا جزو بن جاتے ہیں۔ پرانے عقائد کی خدائی ختم ہوجاتی ہے لیکن نئے مذہب کی ہر آستین میں اور عمامہ و دستار کے ہر پیچ میں پڑے بت پوشیدہ رہ جاتے ہیں۔ تہذیبیں مٹ جاتی ہیں لیکن ان کے نقش و نگار نئی تہذیب کے اندر جگمگاتے رہتے ہیں۔

ہزاروں برس گزرے ایسی ہی ایک تہذیب دجلہ اور فرات کی وادی میں ابھری اور دیکھتے ہی دیکھتے پورے مشرق کے قریب میں پھیل گئی۔ بنی نوع انسان کی دراصل یہ پہلی منظم تہذیب تھی، اس تہذیب کا سکہ ڈھائی ہزار برس تک بحیرۂ روم سے بحیرۂ عرب تک چلتا رہا۔ تب فارس کے آتش کدوں میں مؤیدین زرتشت کے زمزمے بلند ہوئے اور ہخامنشی فرمانرواؤں نے بابل اور نینوا کے ملبوں پر ایرانی تہذیب کی عمارتیں کھڑی کیں۔

دجلہ اور فرات کا تہذیبی دھارا ایرانی تہذیب میں مل گیا اور دوآبے کا مذہب باقی رہا، لیکن وہاں کے باشندوں نے بنی انسان کو پہلی بار علوم وفنون سے روشناس کر کے دنیا پر جو احسان کیا ہے، اسے کوئی فراموش نہیں کر سکتا۔

دنیا کے سب سے پرانے گاؤں اسی دوآبہ میں ملے ہیں۔ کاشت کاری کا سب سے پہلے وہیں رواج پایا تھا۔ کمہار کا چاک سب سے پہلے وہیں بنایا گیا، سب سے قدیم شہر کے آثار وہیں برآمد ہوئے ہیں۔ شہری ریاستیں پہلے پہل اسی وادی میں قائم ہوئی تھیں اور قانون کا سب سے پہلا ضابطہ اسی سرزمین پر مرتب ہوا تھا مگر دجلہ اور فرات کے قدیم باشندوں کا سب سے عظیم کارنامہ فن تحریر کی ایجاد ہے۔ سب سے پہلے مدرسے بھی دجلہ اور فرات کے

www.pdfbooksfree.pk

ساحلوں پر کھولے گئے۔ سب سے پرانے کتب خانے بھی وہیں دستیاب ہوئے ہیں اور سب سے پرانی داستانیں بھی اسی خطے کی تصنیف ہیں۔

دجلہ اور فرات کی وادی کا موجودہ نام عراق ہے لیکن قدیم زمانے میں یہ پورا علاقہ تین حصوں میں بٹا ہوا تھا۔ شمالی حصہ جس میں موجودہ موصل بھی شامل تھا، جس میں انسانی آبادی کے سب سے قدیم آثار ملے ہیں، ''آشور'' کہلاتا تھا۔ وسطی علاقہ کا نام جہاں اب بغداد آباد ہے ''عکاد'' تھا اور بغداد سے جنوب کا ڈیلٹا ''سومیر'' کہلاتا تھا۔

آشور کا علاقہ دریائے دجلہ اور اُس کے باجگوار دریاؤں زاب کلاں اور زاب خورد کی کوہستانی وادی میں واقع تھا۔ آشور کے شمال اور مغرب میں کوہ طاروس تھا اور شمال مشرق میں کوہستان زاگروس کا طویل سلسلہ تھا جو اب ایران اور عراق کے درمیان حد فاصل ہے۔

اس علاقہ میں بارش درمیانی نوعیت کی ہوتی تھی۔ موسم گرما میں خوشگوار اور سردیوں میں نہایت سرد ہوتا تھا۔ جہاں گندم، جو، میوہ اور درخت انگور اور سبزیاں آسانی سے پیدا ہوتی تھیں۔

اس کے برعکس سومیر کا علاقہ جھیل، ندی، نالوں اور دلدلوں سے بھرا ہوا تھا۔ موسم گرم اور مرطوب ہوتا تھا۔ اس لئے کھجور اور ناریل کے درخت بکثرت ہوتے تھے۔

عراق دراصل دجلہ اور فرات کا عطیہ ہے۔ وہاں کے باشندوں کی زندگی کا انحصار انہی دریاؤں پر تھا اور ہے۔ اگرچہ یہ دریا خشک ہو جائیں تو

www.pdfbooksfree.pk

عراق ویران ریگستان ہو جائیں۔

دریائے فرات شمال میں کوہ ارارات سے نکلتا ہے، یہ وہی پہاڑ ہے جس پر روایت کے مطابق سیلاب کے بعد حضرت نوح کی کشتی جا کر ٹھہری تھی اور یہ دریا شام سے گزرتا ہوا شمال مشرق کی سمت سے عراق میں داخل ہوتا ہے اور میدان میں کئی سو میل کا سفر طے کر کے آخر خلیج فارس سے جا ملتا ہے۔ دریائے فرات کی لمبائی لگ بھگ ایک ہزار سات سو اسی میل ہے۔

دریائے دجلہ جس کی لمبائی ایک ہزار ایک سو پچاس میل ہے، جھیل وان کے جنوب سے نکلتا ہے اور راستہ میں دریائے زاب کلاں اور زاب خورد اور دریائے جیال کو اپنی آغوش میں لیتا ہوا بصرہ سے ساٹھ میل شمال میں قرن کے مقام پر دریائے فرات میں شامل ہو جاتا ہے۔

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

علمائے ارض کا کہنا ہے کہ اب سے کئی ہزار برس پہلے خلیج فارس کا شمالی ساحل قرن کے قریب تھا، دجلہ اور فرات سمندر میں الگ الگ گرتے تھے۔ اتفاقاً دو اور دریاؤں کے دہانے واقع تھے: ایک دریائے کرون جو مشرق میں ایران سے آتا تھا اور دوسرا وادی البطن نالہ جو جنوب مغرب میں عرب سے آتا تھا۔ یہ دونوں خلیج فارس میں تقریباً آمنے سامنے گرتے تھے۔ ان دریاؤں کی مٹی دہانوں کے پاس جمع ہوتی رہتی، یہاں تک کہ خلیج فارس کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک رفتہ رفتہ مٹی کی ایک دیوار کھڑی ہو گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دجلہ اور فرات کے بہاؤ کے ساتھ آنے والی مٹی کی نکاسی رُک گئی اور یہ مٹی سمندر میں بہہ جانے کے بجائے دیوار کے شمال میں جمع ہوتی گئی۔ وہ پانی جو

www.pdfbooksfree.pk

دیوار کے سبب سمندر میں نہ جا سکتا تھا، پہلے دلدل بنا اور آہستہ آہستہ خشک ہو گیا۔ اس طرح وہ ڈیلٹا وجود میں آیا جہاں اب بصرہ شہر آباد ہے۔

دجلہ اور فرات پہاڑوں سے نکل کر جب میدان میں آتے ہیں تو ان کو ایک پتھریلے پلیٹو سے گزرنا پڑتا ہے، وہ اونچی اونچی پہاڑیوں کو کاٹتے ہوئے بہت سے نشیب و فراز میں بہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ گزشتہ کئی ہزار برس میں بھی ان کے دھارے کا رخ اس علاقہ میں کم بدلا ہے۔ چنانچہ اس علاقے میں پڑتے شہر دریاؤں کے کناروں پر بدستور موجود ہیں۔ مثلاً ماری، جربلوس، دریائے فرات پر اور نینوا اور آشور دریائے دجلہ پر، اس کے برعکس جنوبی اور وسطی خطوں میں جہاں سطح مرتفع میدان ہیں۔ دریاؤں کا رخ بدلتا رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جنوب کے قدیم شہر مثلاً میسر، روکش، بابل، ایرک اور البید اور اریدو جو کسی زمانے میں دریائے فرات کے کنارے آباد تھے۔ اب دریا سے میلوں دور ہیں۔ ان شہروں کے انحطاط اور زوال کا بڑا سبب دریا کے بہاؤ کا یہی تغیر ہے۔

دریائے فرات جب ڈیلٹا میں داخل ہوتا ہے تو اُس کا بہاؤ بہت دھیما ہو جاتا ہے، اس کی وجہ سے مٹی جسے دریا پلیٹیو سے بہا کر لاتا ہے۔ تہہ میں خصوصاً کناروں پر جم جاتی ہے اور دریا کی سطح قرب و جوار میں زمین سے بھی اونچی ہو جاتی ہے اور کناروں پر مصنوعی بند بن جاتے ہیں، مثلاً ناصریہ کے قریب نشیب کا یہ عالم ہے کہ ار کے کھنڈرات کے پاس سے گزارنے والی زمین دریائے فرات کی تہہ سے بھی چھ فٹ نیچی ہے۔

www.pdfbooksfree.pk

اس سے یہ فائدہ تو ضرور ہوا کہ فرات کا پانی بڑی آسانی سے آب پاشی کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے لیکن کناروں کے بندوں کی دیکھ بھال آسان نہیں۔ سیم اور تھور کی تباہ کاریاں اس پر مستزاد تھیں۔

ان دریاؤں کی ایک خصوصیت ان کا اچانک اور بے وقت سیلاب ہے۔ یہ سیلاب اپریل اور جون کے درمیانی ہفتوں میں آتا ہے۔ جب کہ خریف کی فصلیں کھیتوں میں کھڑی ہوتی ہیں۔ سیلاب کی وجہ سے دریاؤں کا پانی آناً فاناً کئی فٹ چڑھ جاتا ہے۔ طغیانی کے زور سے بند ٹوٹ جاتے ہیں اور دیکھتے ہی دیکھتے ہزاروں ایکڑ زمین فصلیں، جھونپڑیاں اور مویشی پانی کی تہہ میں چھپ جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ خطہ کے قدیم باشندے سیلاب کے دیوتاؤں نن گرسو اور قیامت کو انسان کا دشمن خیال کرتے تھے۔ سیلاب نے ان لوگوں کے عقائد اور جذبات پر گہرے نقش چھوڑے ہیں۔

حضرت نوح کے حالات شروع کرنے سے پہلے یہ بھی واضح کر دیا جائے کہ وادیٔ دجلہ اور فرات، جہاں حضرت نوح علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا، وہاں انسان کم و بیش سوا لاکھ برس سے آباد ہے، اس بات کا ثبوت علماء کو پہلی بار بلکا کے مقام پر ملا، یہ جگہ دریائے زاب خورد کے جنوب میں کرکوک اور سلیمانیہ کے درمیان واقع ہے، اس جگہ کو ایک آثارِ قدیمہ کے ماہر نے دریافت کیا تھا۔ اس مقام پر پتھر کے بہت سے اوزار ملے جو ایک لاکھ بیس ہزار برس پرانے ہیں۔ اسی قسم کے اوزار سلیمانیہ سے بارہ میل جنوب میں ہزار مرد کے مقام پر ایک غار کی سب سے گہری سطح پر پائے گئے ہیں۔ تیسری دریافت کوہ کردہ

www.pdfbooksfree.pk

دشت کے ایک غار میں ہوئی ہے جو دریائے زاب کلاہ کی وادی میں رواندوز کے قریب واقع ہے، کردی عموماً اس غار کے اندر پناہ لیتے تھے، وہاں آثار قدیمہ کے ماہرین کو پینتالیس فٹ کی گہرائی میں آدمیوں کے چار ڈھانچوں کے علاوہ چولہے، نشاں، راکھ کے ڈھیر اور پتھر کے اوزار اور بیل، بھیڑ، بکری اور کچھوئے کی ہڈیاں بھی ملی ہیں، ایک ڈھانچہ تو چھ مہینے کے بچے کا تھا۔ ایک ڈھانچہ جس کی کھوپڑی بھی محفوظ تھی پینتیس سال کے ایک آدمی کا تھا۔ اس آدمی کا قد پانچ فٹ تین انچ تھا۔ اس کی ہڈیاں موٹی موٹی تھیں اور جبڑا بھاری تھا مگر ٹھوڑی ندارد تھی اور اس کا ماتھا پیچھے کی طرف جھکا ہوا تھا اور بھنوؤں کی ہڈی ابھری ہوئی تھی، تحقیق سے پتا چلا کہ یہ آدمی پیدائشی ایسا تھا، اُس کا ایک ہاتھ کٹا ہوا تھا۔

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

دورِ حاضر کے انسان کو جو لوہے کے چاقو کا عادی ہے، پتھر کے چاقو پر حیرت ہوگی لیکن پتھر کا چاقو بھی بہت تیز ہوتا تھا۔ چنانچہ پاکستان میں جب موئن جودڑو کے عجائب گھر کا افتتاح کیا گیا تو افتتاح کا ریشمی فیتہ پتھر کے ایک پرانے چاقو سے ہی کاٹا گیا تھا۔

www.pdfbooksfree.pk

دجلہ اور فرات کی وادیوں میں حضرت نوح کی قوم کھیتی باڑی میں کسی حد تک ماہر ہوگئی تھی اور اس علاقہ میں کھیتی باڑی کی ابتدا ہزاروں سال قبل مسیح ہوئی، اس خطہ میں حضروی زندگی کے لئے جو کاشت کاری کی بنیادی شرط ہے، حالات نہایت سازگار تھے کیونکہ وہاں جو اور گیہوں کے جنگلی پودے آسانی سے مل جاتے تھے۔ شروع سے تو خانہ بدوش جہاں کہیں یہ جنگلی پودے دیکھتے وہیں، پڑاؤ ڈال دیتے تھے اور جب خوراک ختم ہو جاتی تو اور علاقہ کی طرف روانہ ہو جاتے تھے۔

لیکن رفتہ رفتہ انہیں بیج بونا اور فصلیں اگانا بھی آ گیا۔ مؤرخین کا کہنا ہے کہ زراعت عورتوں کی ایجاد ہے اور مویشی پالنا بھی عورتوں نے ہی سکھایا ہے۔ قیاس بھی یہی کہتا ہے، چونکہ ہوتا یہ تھا کہ مرد تو جنگلی جانوروں کا شکار کرنے چلے جاتے تھے اور عورتیں ڈیروں میں رہتی تھیں۔ ان کا کام بچوں کی دیکھ بھال کرنا، کھانا پکانا اور پوشاک تیار کرنا تھا۔ ظاہر ہے ان کو آس پاس کے پودوں درختوں اور جانوروں کے مطالعے کا زیادہ موقع ملتا تھا اور مؤرخین یہ بھی قیاس کرتے ہیں کہ ہوسکتا ہے، اتفاق سے جو اور گیہوں کے جنگلی بیج ڈیروں کے قریب گر گئے ہوں اور بارش سے ان میں پھل پھوٹ پڑے

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

ہوں، بہرحال واقع کی نوعیت کچھ بھی ہو، یہ حقیقت ہے کہ زراعت کا فن عورتوں ہی نے ایجاد کیا۔

اس ایجاد نے پورے قبیلے کے پاؤں میں بیڑی ڈال دی اور خانہ بدوش لوگ مارے مارے پھرنے کے بجائے اپنے کھیتوں کے پاس مستقل بود و باش کرنے پر مجبور ہو گئے، اس طرح گاؤں کی بنیاد پڑی، اب تک عہد قدیم کے جتنے گاؤں دریافت ہوئے ہیں، ان میں دجلہ اور فرات کے گاؤں سب سے پرانے ہیں۔

دجلہ اور فرات یعنی عراق کا سب سے پہلا گاؤں جو دریافت ہوا، وہ کریم شہر کے پاس سے ملا، یہ جگہ کرکوک اور سلیمانیہ کے درمیان اور بلکا کے قریب واقع ہے، آثار بتاتے ہیں کہ کریم شہر ابتدا میں دراصل نیم خانہ بدوشوں کی ایک بستی تھی، یہ لوگ اس وقت تک حضروی زندگی کے پوری طرح خوگر نہیں ہوئے تھے۔ یہ بستی دو ایکڑ میں پھیلی ہوئی تھی۔ پورے رقبے پر پتھر کے ٹکڑوں کا فرش بنایا گیا تھا۔ خانہ بدوشوں نے اپنی جھونپڑیاں غالباً اسی فرش پر بنائی تھیں۔ اس مقام پر پتھر کے کدال، اوزار اور چکیاں بھی برآمد ہوئی ہیں۔

دوسرا قدیم گاؤں جو کھدائی کے دوران ان وادیوں میں ملا یہ گاؤں موصل کے قریب اربیل جانے والی سڑک پر واقع ہے۔ اس گاؤں میں مکان گڑھے کھود کر بنائے گئے تھے۔ اس طرح کے گڑھوں کو پتھروں کی چٹانوں کو اوپر تلے رکھ کر گھیر دیا جاتا تھا۔ البتہ فرش یہاں بھی پتھر کے ٹکڑوں

www.pdfbooksfree.pk

دجلہ اور فرات کی وادیوں میں حضرت نوح کی قوم کھیتی باڑی میں کسی حد تک ماہر ہوگئی تھی اور اس علاقہ میں کھیتی باڑی کی ابتدا ہزاروں سال قبل مسیح ہوئی، اس خطہ میں حضروی زندگی کے لئے جو کاشت کاری کی بنیادی شرط ہے، حالات نہایت سازگار تھے کیونکہ وہاں جو اور گیہوں کے جنگلی پودے آسانی سے مل جاتے تھے۔ شروع سے تو خانہ بدوش جہاں کہیں یہ جنگلی پودے دیکھتے وہیں، پڑاؤ ڈال دیتے تھے اور جب خوراک ختم ہو جاتی تو اور علاقہ کی طرف روانہ ہو جاتے تھے۔

لیکن رفتہ رفتہ انہیں بیج بونا اور فصلیں اگانا بھی آ گیا۔ مؤرخین کا کہنا ہے کہ زراعت عورتوں کی ایجاد ہے اور مویشی پالنا بھی عورتوں نے ہی سکھایا ہے۔ قیاس بھی یہی کہتا ہے، چونکہ ہوتا یہ تھا کہ مرد تو جنگلی جانوروں کا شکار کرنے چلے جاتے تھے اور عورتیں ڈیروں میں رہتی تھیں۔ ان کا کام بچوں کی دیکھ بھال کرنا، کھانا پکانا اور پوشاک تیار کرنا تھا۔ ظاہر ہے ان کو آس پاس کے پودوں درختوں اور جانوروں کے مطالعے کا زیادہ موقع ملتا تھا اور مؤرخین یہ بھی قیاس کرتے ہیں کہ ہوسکتا ہے، اتفاق سے جو اور گیہوں کے جنگلی بیج ڈیروں کے قریب گر گئے ہوں اور بارش سے ان میں پھل پھوٹ پڑے

www.pdfbooksfree.pk

ہوں، بہرحال واقع کی نوعیت کچھ بھی ہو، یہ حقیقت ہے کہ زراعت کا فن عورتوں ہی نے ایجاد کیا۔

اس ایجاد نے پورے قبیلے کے پاؤں میں بیڑی ڈال دی اور خانہ بدوش لوگ مارے مارے پھرنے کے بجائے اپنے کھیتوں کے پاس مستقل بود و باش کرنے پر مجبور ہو گئے، اس طرح گاؤں کی بنیاد پڑی، اب تک عہد قدیم کے جتنے گاؤں دریافت ہوئے ہیں، ان میں دجلہ اور فرات کے گاؤں سب سے پرانے ہیں۔

دجلہ اور فرات یعنی عراق کا سب سے پہلا گاؤں جو دریافت ہوا، وہ کریم شہر کے پاس سے ملا، یہ جگہ کرکوک اور سلیمانیہ کے درمیان اور بلکا کے قریب واقع ہے، آثار بتاتے ہیں کہ کریم شہر ابتدا میں دراصل نیم خانہ بدوشوں کی ایک بستی تھی، یہ لوگ اس وقت تک حضروی زندگی کے پورے طرح خوگر نہیں ہوئے تھے۔ یہ بستی دو ایکڑ میں پھیلی ہوئی تھی۔ پورے رقبے پر پتھر کے ٹکڑوں کا فرش بنایا گیا تھا۔ خانہ بدوشوں نے اپنی جھونپڑیاں غالباً اسی فرش پر بنائی تھیں۔ اس مقام پر پتھر کے کدال، اوزار اور چکیاں بھی برآمد ہوئی ہیں۔

دوسرا قدیم گاؤں جو کھدائی کے دوران ان وادیوں میں ملا یہ گاؤں موصل کے قریب اربیل جانے والی سڑک پر واقع ہے۔ اس گاؤں میں مکان گڑھے کھود کر بنائے گئے تھے۔ اس طرح کے گڑھوں کو پتھروں کی چٹانوں کو اوپر تلے رکھ کر گھیر دیا جاتا تھا۔ البتہ فرش یہاں بھی پتھر کے ٹکڑوں

www.pdfbooksfree.pk

کے ہی تھے۔

تیسرا گاؤں جوان وادیوں میں کھدائی کے دوران ملا وہ جرمو کی بستی ہے، یہ کریم شہر کے قریب واقع ہے، اس گاؤں میں مکان کی پندرہ تہیں برآمد ہوئی تھیں۔ جرمو کے باشندے چوکور گھروں میں رہتے تھے۔

ان کے گھروں میں ایک سے زائد کمرے بھی ہوتے تھے۔ دیواریں مٹی کے گارے سے بنائی جاتی تھیں۔ اس گھر میں کچی مٹی کے تنور اور پکی ہوئی مٹی کے تسلے بھی برآمد ہوئے ہیں جو زمین میں گاڑ دیئے جاتے تھے جرمو کے باشندے ہڈی کے چمچوں سے کھانا کھاتے تھے۔ ہڈی کی سوئی سے کپڑے سیتے تھے اور اون سے کپڑا بنانا بھی جانتے تھے۔ اُن کے تکیے پتھر کے ہوتے تھے۔ وہ پتھر کے زرعی اوزار بھی استعمال کرتے تھے۔ خاص طور پر ہنسیا جس کی مٹھیا لکڑی کی ہوتی تھیں۔ اسے رال سے جوڑ دیا جاتا تھا۔ جرمو کی کھدائی میں سل بٹہ اور پتھروں کے برتن بھی ملے، جو اور گیہوں کے دانے بھی۔ پالتو جانوروں بالخصوص بھیڑ، بیل اور کتے کی ہڈیاں بھی ملی ہیں۔ یہ لوگ جسمانی آسائش اور زیبائش کے ہنر سے بھی واقف تھے۔ چنانچہ پتھر اور مٹی کے ہار، سنگ مرمر کے دست بند اور کوڑی کے بندے بھی دستیاب ہوئے ہیں۔

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ کھدائی کے دوران یہ جو گاؤں ملے ہیں، یہ دجلہ اور فرات کے شمال اور مشرقی خطہ میں پائے گئے ہیں۔ جنوبی خطے یعنی ڈیلٹا میں ابتدائی عہد کی کوئی چیز اب تک نہیں ملی ہے، یہ بذاتِ خود اس بات کا

www.pdfbooksfree.pk

ثبوت ہے کہ ڈیلٹا کی زمین شمالی خطوں سے عمر میں کم ہے اور وہاں انسان بہت بعد میں آباد ہوا۔

پھر آہستہ آہستہ لوگ شمال سے جنوب کی طرف بڑھے اور جنوبی علاقے کو آباد کرنا شروع کیا۔ شمال سے آنے والے قبیلوں نے ڈیلٹا کے علاقوں میں جو بستیاں بسائیں، ان میں اریدو سب سے پرانی بستی شمار ہوتی ہے۔ اریدو ابتدا میں ایک چھوٹا سا گاؤں تھا جو بڑھتے بڑھتے ڈیلٹا کا اہم ترین شہر بن گیا۔ وہاں کھدائی میں اوپر تلے سترہ مندروں کے کھنڈر ملے ہیں، یہ مندر کچی اینٹوں کے بنے تھے اور ان میں فقط ایک کمرہ ہوتا تھا۔ دروازے کے سامنے قربان گاہ بنالی جاتی تھی۔ میٹھے پانی کے دیوتا انکی کا مندر بھی اسی شہر میں تھا۔

دجلہ اور فرات کا ایک اور شہرت العبید بڑا مشہور ہے۔ وہاں بھی لوگ آباد تھے اور وہاں پر کھدائی کے دوران پکی مٹی کی مہریں، کلہاڑیاں، ہلالی شکل کے ہنسیے بھی ملے ہیں، نرسل کی چٹائیاں بننے میں بھی وہ لوگ ماہر تھے۔ ان چٹائیوں پر مٹی کی لپائی کر کے مکان کھڑے کر لیتے تھے۔ اس قسم کا مکان اریدو شہر کے کھدائی میں بھی ملا ہے۔

اس علاقے میں بسنے والے قدیم لوگوں میں سے ایک گروہ کو سومیر کہتے ہیں جہاں تک ان کے بارے میں تعلق ہے۔ اب تک یہ فیصلہ نہیں ہوسکا کہ وہ کس نسل کے لوگ تھے۔ پرانے ڈھانچوں سے اتنا پتا چلتا ہے کہ ان کے دانت لمبے تھے۔ جبڑے کی ہڈی موٹی اور ابھری ہوئی تھی۔ رنگ

www.pdfbooksfree.pk

گندمی تھا اور سر کے بال سیاہ تھے۔ بعض محققوں کا خیال ہے کہ یہ لوگ آرین تھے لیکن دوسرے لوگ اس سے اختلافات رکھتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ان کی زبان آریوں سے نہیں ملتی اور ان کی زبان ترکوں سے زیادہ ملتی جلتی ہے۔

سومیر خطے کو سومیری زبان میں جھاؤ کی زمین کہتے تھے۔ یہ علاقہ بودوباش کے لیے سخت ناموزوں تھا کیونکہ وہاں کا موسم بہت گرم اور مرطوب تھا۔ زمین پر چھوٹی چھوٹی جھیلوں اور ندی نالوں کا جال بچھا ہوا تھا اور دلدل، جھاؤ اور نرسل کی جھاڑیوں سے اٹے ہوئے تھے اور جھاڑیاں زہریلے جانوروں اور درندوں سے بھری ہوئی تھیں۔ قرب و جوار کے ریگستانوں میں آندھیوں کے طوفان آتے تھے اور ریت کے بگولے اٹھتے رہتے تھے۔

دجلہ اور فرات کے جنوبی حصوں کا ماحول اور طرز معاشرت آج بھی تقریباً وہی ہے جو ہزاروں برس پیشتر تھا۔ دریائے دجلہ اور فرات سنگم بنانے سے پہلے ایک وسیع دلدلی علاقے میں پھیل کر گزرتے تھے جہاں نرسل کی جھاڑیاں اور پتلے پتلے نالے تھے جن کے کنارے کھجور کے درخت کھڑے ہوتے تھے۔ اس عجیب و غریب دنیا میں وہاں کے باشندے چھوٹی چھوٹی کشتیوں میں بیٹھے اپنے اپنے ریوڑ کی دیکھ بھال کرتے تھے اور چاول کی فصلوں کے درمیان وقفہ میں مچھلیوں کا بھالے سے شکار کرتے اور مرغابیاں جال میں پکڑ کر شہر میں فروخت کر دیا کرتے تھے۔ ان کا طرز زندگی اور ماحول

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

اس علاقے کے قدیم ترین اور قبل از تاریخ باشندوں سے بہت مشابہ ہے۔ ان کے مہمان خانے جو نرسل اور گارے کے بنے ہوئے ہوتے تھے، سومیر کے چھ ہزار برس پرانے معبدوں سے ملتے جلتے تھے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان علاقوں میں بسنے والوں میں سومیر بڑے جفاکش، ذہین اور ہنرمند لوگ تھے۔ انہوں نے ماحول سے ہار نہیں مانی تھی بلکہ اس کو اپنا مطیع بنالیا تھا۔ انہوں نے جنگلوں کو کاٹا اور دلدلوں کو خشک کیا اور بستیاں آباد کیں اور کاشتکاری کرنے لگے۔ ڈیلٹا کی زمین بہت زرخیز تھی اور بارش بہت کم ہوتی تھی، یہ کمی دریائے فرات پوری کر دیتا تھا۔

چنانچہ دنیا کی پہلی نہر جس کا ذکر تحریروں میں آیا ہے، سومیر میں ہی کھودی گئی تھی۔ یہ نہر عراق میں اب تک موجود ہے۔ اس نہر کو لگاش علاقے کے بادشاہ نے تقریباً ہزاروں برس گزرے، اس لئے کھدوایا تھا کہ دریائے فرات کے پانی پر جو جھگڑا رہتا تھا، وہ ختم ہو جائے۔

اہل سومیر کی خوراک عموماً کھجور اور جو کی روٹی تھی۔ ان کے ہلوں میں ایک نلکی لگی ہوتی تھی تاکہ جتائی کے ساتھ ساتھ بوائی بھی ہو جائے۔ یونان کے مشہور مؤرخ ہیرڈوٹس نے اس علاقے کی زرخیزی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہاں پیداوار بیج سے تین سو گنا زیادہ ہوتی تھی۔ ظاہر ہے یہ پیداوار آبادی کی فروخت سے کئی گنا زیادہ تھی۔ چنانچہ اہل سومیر اپنی اپنی فاضل پیداوار کو قرب و جوار کے علاقوں کو برآمد کرتے تھے اور اس کے بدلے تانبا، چاندی، لکڑی اور دوسری چیزیں درآمد کر لیتے تھے۔

www.pdfbooksfree.pk

دجلہ اور فرات کی وادیوں میں بسنے والے یہ لوگ گائے، بیل، بھیڑ اور بکریاں پالتے تھے۔ مچھلی کا شکار کرتے تھے اور گوشت کھاتے تھے۔ جو کی شراب بناتے تھے اور اس میں مٹی کے حقہ نما برتن میں بھر کر نلکیوں سے پیتے تھے۔ کچی اینٹوں کے ایک منزلہ اور دو منزلہ گھروں میں رہتے تھے۔ ان گھروں کی ساخت وہی تھی جو گرم ملکوں میں عموماً گھروں کی ہوتی ہے یعنی کہ مکان کے وسط میں ایک صحن اور صحن کے چاروں طرف کمرے ہوتے تھے۔

سومیر قوم کا سب سے عظیم کارنامہ یہ ہے، کہ اس نے شہر بسائے، شہری ریاستیں قائم کیں اور تحریر کا فن ایجاد کیا۔ تحریر جو ہمارے تجربے اور خیال کو بقا بخشتی ہے جو ابلاغ کا سب سے سہل، دیرپا اور معتبر ذریعہ ہے اور جو انسان کے ذہنی، مادی تخلیقات کا سرمایہ آنے والی نسلوں کے لئے محفوظ رکھتی ہے۔ جس جگہ سے سب سے پہلے یہ فن ایجاد ہوا، اس کا نام دجلہ اور فرات میں ایرک رکھا ہے۔ فن تحریر کی افادیت جب سومیر کے دوسرے شہروں میں آشکار ہوئی تو انہوں نے بھی تحریر کے فن کو اپنا لیا اور رفتہ رفتہ یہ فن دجلہ اور فرات کی پوری وادی میں رائج ہو گیا۔

وادیٔ دجلہ اور فرات کی تہذیب درحقیت سومیری تہذیب ہی سے عبارت ہے۔ کیونکہ وادی کے باشندوں نے اہل سومیر سے لکھنے پڑھنے کا فن ہی نہیں سیکھا بلکہ ان کے دوسرے ہنر بھی اختیار کر لئے، ان کے رہن سہن اور نظم ونسق کے طریقے کو اپنا لیا اور ان کے دیوی دیوتاؤں اور رسم و رواج کو قبول کر لیا۔ ان کے تہذیبی اثر ونفوذ کا اندازہ اس بات سے لگایا

www.pdfbooksfree.pk

جاسکتا ہے کہ وادی پر سومیر کا سیاسی اقتدار کو ہزاروں سال سے بھی کم عرصہ تک قائم رہا اور بابل و نینوا کی عظیم سلطنتوں نے سومیر کو اپنی قلمرو میں شامل کرلیا لیکن سومیری تہذیب کا سکہ بدستور چلتا رہا۔ ان کے ہمسائے آشوری اور عکادی ریاستوں کے قانون، قاعدے، معیشت اور معاشرت کے طور طریقے بدستور وہی رہے جو سومیریوں نے وضع کئے تھے۔

بہرحال دجلہ و فرات کے بھٹکے اور بت پرست لوگوں کی ہدایت کے لئے آخر سنت اللہ کے مطابق ان کی اصلاح کے لئے ان ہی میں سے خدا کے ایک سچے رسول نوح علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا۔

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

حضرت نوح نے اپنی قوم کو راہ حق کی طرف پکارا اور سچے مذہب کی دعوت دی لیکن قوم نے نہ مانا اور نفرت وحقارت کے ساتھ انکار پر اصرار کیا اور اپنی ضد، اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہے اور وحدانیت کی طرف آنے، ایک خدا کی بندگی اور عبادت کرنے کے بجائے انہوں نے بت پرستی کو ترجیح دی۔ حضرت نوح کی مخالفت میں امراء اور رؤسائے قوم پیش پیش تھے۔ حضرت نوح کی مخالفت کا کوئی پہلو نہ چھوڑتے تھے اور دوسرے لوگوں نے بھی اپنے ان امراء اور رؤساء کی پیروی اور تقلید کرتے ہوئے ہر قسم کی تذلیل وتوہین کے طریقوں کو حضرت نوح پر آزمایا۔ ساتھ ہی انہوں نے اس بات پر تعجب کا اظہار بھی کیا جس کو نہ ہم پر فوقیت حاصل ہے اور نہ وہ انسان کے مرتبہ سے بلند کوئی فرشتہ ہے۔ اس کو کیا حق ہے کہ وہ ہمارا پیشوا بنے اور ہم اس کے احکامات کی تعمیل کریں۔

حضرت نوح کی تدریس اور ان کے وعظ کے نتیجے میں صرف کمزور غریب افراد آپ کی طرف مائل اور متوجہ ہوئے، ان کی قوم کے رؤساء، دولت مند اور امراء جب ان غریب اور کمزور افراد کو حضرت نوح کا اتباع کرتے دیکھتے تو مغرورانہ انداز میں حقارت سے کہتے۔

www.pdfbooksfree.pk

''ہم ان کی طرح نہیں ہیں کہ تیرے تابع فرمان بن جائیں اور تجھ کو اپنا مقتدا مان لیں۔ وہ سمجھتے تھے یہ کمزور اور پست لوگ غریب اور بے مایہ ہیں۔ نوح کے اندھے مقلد ہیں اور نہ یہ ذی رائے ہیں کہ ہماری طرح اپنی جانچ فرق رکھیں اور اسی سے کام لیتے ہوئے کوئی فیصلہ کریں اور نہ باشعور ہیں کہ حقیقت حال کو سمجھ لیتے ہوں اور اگر وہ حضرت نوح کی بات کی طرف کبھی متوجہ ہوئے یا ان کے پاس سے گزرتے ہوئے ان کی طرف مائل ہوتے تو وہ حضرت نوح سے اکثر و بیشتر اصرار کرتے کہ پہلے ان پست غریب افراد جو قوم کے کم درجے کے لوگ ہیں، اپنے پاس سے نکال دو، تب ہم تمہاری بات سنیں گے کیونکہ ہم کو ان سے گھن آتی ہے اور ہم اور یہ ایک جگہ نہیں بیٹھ سکتے۔''

اپنی قوم کے ان صاحب حیثیت اور امراء کو حضرت نوح ایک ہی جواب دیتے کہ ''ایسا کبھی نہ ہوگا کیونکہ خدا کے مخلص بندوں کو میں اپنے سے علیحدہ نہیں کرسکتا اور اگر میں ان کے ساتھ ایسا معاملہ کروں جس کے تم خواہش مند ہو تو خدا کے عذاب سے میرے لئے کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔ میں اس دردناک عذاب سے ڈرتا ہوں، اس کے ہاں اخلاص کی قدر ہے، امیر و غریب کا وہاں کوئی سوال نہیں ہے۔''

اس کے علاوہ اپنی قوم کے ان لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے آپ ارشاد فرماتے کہ ''میں تمہارے پاس خدا کی ہدایت کا پیغام لے کر آیا ہوں، نہ میں نے غیب دانی کا دعویٰ کیا ہے اور نہ فرشتہ ہونے کا، خدا کا برگزیدہ پیغمبر

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY www.pdfbooksfree.pk

اور رسول ہوں اور دعوت وارشاد میرا مقصد ونصب العین ہے۔ اس کو سرمایہ دارانہ بلندی، غیب دانی یا فرشتہ ہونے سے کیا واسطہ، یہ کمزور اور نادار افراد جو قوم کے غریب افراد ہیں، جو خدا پر سچے دل سے ایمان لائے ہیں، تمہاری نگاہوں میں اس لئے حقیر اور ذلیل ہیں کہ وہ تمہاری طرح صاحب دولت و مال نہیں ہیں اور اسی لئے تمہارے خیال میں یہ نہ خیر حاصل کر سکتے ہیں اور نہ سعادت چونکہ یہ دونوں چیزیں دولت وحشمت کے ساتھ ہیں، نہ کہ غربت و افلاس کے ساتھ۔

خدا کی سعادت وخیر کا قانون ظاہری دولت وحشمت کے تابع نہیں ہے اور نہ اس کے یہاں سعادت وہدایت کا اصول وادراک سرمایہ کی رونق کے زیر اثر ہے بلکہ اس کے برعکس طمانیت نفس، رضائے الٰہی، غنائے قلب اور اخلاص نیت وعمل پر موقوف ہے۔"

حضرت نوح نے یہ بارہا تنبیہ کی اور اپنی قوم کے ان مغرور اور صاحب حیثیت افراد کو مخاطب کر کے فرمایا۔

اس پر قوم کے ان سرداروں نے جنہوں نے کفر کی راہ اختیار کی تھی، کہا۔ "ہم تو تم میں اس کے سوا کوئی بات نہیں دیکھتے کہ ہماری ہی طرح کے ایک آدمی ہو جو لوگ تمہارے پیچھے چلے ہیں، ان میں سے ان لوگوں کے سوا کوئی دکھائی نہیں دیتا جو ہم میں ذلیل وحقیر ہیں اور بے سوچے سمجھے تمہارے پیچھے ہو لئے ہیں۔ ہم تو تم لوگوں میں اپنے سے کوئی برتری نہیں پاتے بلکہ سمجھتے ہیں کہ تم جھوٹے ہو۔"

www.pdfbooksfree.pk

اس پر نوح علیہ السلام نے کہا۔ ''اے میری قوم کے لوگو! تم نے اس بات پر غور کیا کہ اگر میں اپنے پروردگار کی طرف سے ایک دلیل روشن پر ہوں اور اس نے اپنے حضور سے ایک رحمت بھی مجھے بخش دی ہو یعنی راہ حق دکھا دی ہو مگر وہ تمہیں دکھائی نہ دے تو میں اس کے سوا کیا کر سکتا ہوں، جو کر رہا ہوں کیا تمہیں جبون راہ دکھا دیں حالانکہ تم اس سے بیزار ہو۔

''لوگو! جو کچھ میں کہہ رہا ہوں، تو اس پر مال و دولت کا تم سے طالب نہیں۔ میری خدمت کی مزدوری جو کچھ ہے، وہ صرف اللہ پر ہے اور یہ بھی سمجھ بوجھ والے لوگ ایمان لائے ہیں، وہ تمہاری نظروں میں کتنے ہی ذلیل ہوں مگر میں ایسا کرنے والا نہیں کہ اپنے پاس سے ان کو ہٹا دوں، انہیں بھی اپنے پروردگار سے ایک دن ملنا ہے اور وہ ہم سب کے اعمال کا حساب لینے والا ہے لیکن میں تمہیں سمجھاؤں تو کس طرح سمجھاؤں، میں دیکھتا ہوں تم ایک جماعت ہو، حقیقت سے جہل۔ اے میری قوم کے لوگو! مجھے بتاؤ اگر میں ان لوگوں کو اپنے پاس سے نکال باہر کروں اور اللہ کی طرف سے میرا مواخذہ ہو جس کے نزدیک معیار قبولیت ایمان و عمل ہے، نہ تمہاری گھڑی ہوئی شرافت اور ذلت، تو اللہ کے مقابلے میں کون ہے جو میری مدد کرے گا۔ افسوس تم پر، کیا تم غور نہیں کرتے۔

اور دیکھو میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، نہ یہ کہتا ہوں کہ میں غیب کی باتیں جانتا ہوں اور نہ میرا یہ کہنا ہے کہ میں فرشتہ ہوں اور میں یہ بھی نہیں کہتا جن لوگوں کو تم حقارت کی نظر سے دیکھتے ہو، اللہ

www.pdfbooksfree.pk

انہیں بھلائی نہیں دے گا جیسا کہ تمہارا اعتقاد ہے کہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے جو کچھ ان لوگوں کے دلوں میں ہے۔ اگر میں تمہاری خواہش کے مطابق ایسا کہوں تو جونہی ایسی بات کہی تو میں ظالموں سے ہو جاؤں گا۔"

اس قوم کی بدبختی کا ذکر کرتے ہوئے خدا نے پھر اس قوم کی حالت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

"ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا کہ وہ اپنی قوم کو ڈرائے، اس سے پہلے کہ انہیں دردناک عذاب پہنچے اور اپنی قوم کو مخاطب کر کے بولا، اے میری قوم میں تم کو ڈر سناتا ہوں کھول کھول کر اور بندگی کرو اللہ کی اور اس سے ڈرو کہ وہ تمہارے گناہ بخشے اور ایک مقررہ وعدے تک وہ تمہیں ڈھیل دے اور جو وعدہ اللہ نے کیا ہے، جب آ پہنچے گا تو پھر اس کی ڈھیل نہیں ہوگی۔"

اس کے بعد حضرت نوح نے خدا کو مخاطب کر کے التماس کی۔

"اے رب میں اپنی قوم کو دن رات تیری طرف بلاتا رہا ہوں اور میرے بلانے سے یہ اور زیادہ بھاگنے لگے ہیں اور میں نے جب کبھی ان کو بلایا تاکہ تو ان کو بخشے تو یہ اپنے کانوں میں انگلیاں ڈالنے لگے اور اپنے اوپر کپڑے لپیٹنے لگے اور ضد کی اور غرور کیا، بہت بڑا غرور، پھر میں نے ان کو کھول کر کہا، چھپ کر کہا، چپکے سے کہا تو میں نے کہا گناہ بخشواؤ اپنے رب سے، بے شک وہی بخشنے والا ہے اور میری اس بات کے جواب میں انہوں نے اپنے لوگوں سے کہا، اپنے معبودوں اور اپنے بتوں میں سے ورع، سواع، یعوق اور نصر کو نہ چھوڑو اور تنگ آ کر مجھ سے کہنے لگے، اے نوح اب ہم سے

www.pdfbooksfree.pk

جنگ نہ کر اور ہمارے اس انکار پر اپنے خدا کا عذاب جو تو لا سکتا ہے، لے آ۔"

جہاں تک بت پرستی یا اصنام پرستی کا تعلق ہے تو بت اور مورتیاں بنانے کا رواج زمانہ قبل از تاریخ سے شروع ہو چکا تھا۔ ایشیائے کوچک، مصر اور عراق، وادیٔ سندھ سے آثارِ قدیمہ سے ایسی مورتیاں کھدائی کے دوران ملی ہیں جن کی بابت خیال کیا جاتا ہے کہ ان کی پوجا کی جاتی تھی۔ یہ مورتیاں زیادہ تر نسوانی ہوتی تھیں۔ شاید قدیم انسان کا خیال یہ تھا کہ خالق مطلق عورت کے روپ میں ہے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ابتداء میں عبادت کے لئے کسی الوہی ضرورت محسوس ہوئی تو انسان نے مختلف نشانات سے کام لینا شروع کیا۔ بعد ازاں مصوری نے اس کی جگہ لی اور پھر سنگ تراشی کی صورت سامنے آئی جس کی بدولت انسان نے اپنے دیوی دیوتاؤں کے بت تراش کر اپنے سامنے رکھ لئے۔ ان بت پرستوں کا یہ کہنا تھا کہ وہ بت کو خدا نہیں سمجھتے بلکہ ان کے ذریعے خدا کی تمثیل کی جاتی ہے اور ان سے خدا کی خدائی کا ظہور ہوتا ہے۔

بت پرستی کی رسوم کے مطابق ماہرین تاریخ اور آثار قدیمہ متفق ہیں کہ یہ روم اور یونان سے شروع ہوئی۔ بلاشبہ اب بھی دنیا میں بت پرستی رائج ہے، خصوصاً ہندو مت، جین مت اور بدھ مت ہیں۔ تاہم اس بارے میں بھی پورے وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ تاریخ میں بت پرستی کا مکمل آغاز اسرائیلیوں یعنی یہودیوں نے کیا۔

قرآن مجید اور بائبل کی تصریحات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ

www.pdfbooksfree.pk

بنی اسرائیل ہی وہ قوم ہے جس نے خدا کی واضح ہدایت کے باوجود گائے کے بچھڑے کی پوجا شروع کر دی۔ مشہور یونانی مؤرخ ہیروڈوٹس لکھتا ہے کہ قدیم لوگ بت پرست نہیں تھے مگر حضرت ابراہیم کے زمانے کے لوگ بت بناتے اور ان کی پوجا کرتے نظر آتے ہیں۔ قرآن مجید میں ان لوگوں کی بت پرستی کی تصریح موجود ہے۔ اگر خود عیسائی اور یہودی مؤرخین کا کہنا ہے کہ بت پرستی کی ابتدا صحیح معنوں میں قدیم یہودیوں سے ہوئی۔ آج بھی یہودی اور عیسائی مختلف بت بناتے اور اپنے معبدوں میں سجاتے ہیں۔

یوں تو بت پرستی دنیا بھر میں کسی نہ کسی طور پر رائج رہی لیکن اس کی شرک کی لپیٹ میں سب سے زیادہ ہندی، یونانی اور عرب اقوام آئی۔ ہندوستان میں سینکڑوں دیوی دیوتاؤں کے بت تراشے گئے، دراوڑوں، آریاؤں اور برہمنوں، بدھ مت کے پیروکاروں نے مذہبی عبادات کے لئے بت کو اہم حیثیت دی کہ ہر ذات ہر گھرانے کے لئے علیحدہ بت پوجنا مذہب کا حصہ ٹھہرا اور یوں ان کی تعداد ان گنت ہوئی۔ تاہم ان کے تین بڑے دیوتا برہما، وشنو اور شیو تھے۔ بدھ مت اور جین مت میں گوتم بدھ اور مہابیر کے بت بنا کر پوجے گئے۔

یونانیوں کے ہاں انسانی شکل وصورت کے دیوتاؤں کے بت بنائے جاتے تھے جو تعداد میں بارہ تھے۔ ان میں سات دیوتا اور پانچ دیویاں تھیں۔ آسمان کے دیوتا کو یورانس، زمین کی دیوی کو گے کا نام دیا گیا تھا۔ دیگر دیوتا زیوس، اپالو، ہرملیس، ایرس اور بہت سے دوسرے بھی تھے۔

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

بت پرستی کے سلسلے میں عربوں کے طریقے مختلف تھے۔ان میں بت پرستی کو فروغ عیسائیوں اور یہودیوں کی باہمی آویزش سے ہوا۔عیسائیوں کے ہاں مصر اور یونان کی بت پرستی کے آثار نمایاں تھے۔کلیساؤں میں اکثر صنم رکھے جاتے تھے۔یہی چیز عربوں کے ہاں در آئی اور ہر قبیلے نے اپنے لئے بت تراشنے شروع کر دیئے۔انہیں صنم اور نصب کہا جاتا تھا۔

عام خیال تھا کہ یہ بت آسمان سے نازل ہوتے ہیں۔عربوں کا یہ عقیدہ تھا کہ یہ بت خدا اور بندے کے درمیان وسیلہ کا باعث ہیں۔مرکزی اتحاد کی خاطر مختلف قبائل نے اپنے اپنے بت لا کر خانہ کعبہ میں رکھ دیئے تھے۔ایسا انہوں نے اپنے رواج کے مطابق کیا۔فتح مکہ کے وقت ان کی تعداد تین سو ساٹھ تھی۔

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

ابن ہشام لکھتے ہیں کہ عربوں میں بت پرستی کا آغاز کرنے والا شخص عمرو بن لحی تھا جو شام کی سرزمین میں تجارت کے لئے گیا۔اسے عمالیقیوں کی بت پرستی پسند آئی اور وہ ان سے ہبل نامی ایک بڑا بت لے آیا جسے خانہ کعبہ کی چھت پر رکھ دیا گیا تاکہ عرب اس کی عبادت کریں۔

دوسرے بتوں میں سے لات قبیلہ ثقیف کا بت تھا۔عزیٰ بنی قریش اور کنانہ کا، منات قبیلہ اوس و خزرج کا۔یغوث بنو مذحج کا، یعوق جنوبی عرب کے قبائل کا، سواع بنی ہزیل کا اور ودع ایک جنگلی دیوتا تھا۔ان ود، سواع، یغوث، یعوق اور نصر کا ذکر قرآن مجید میں بھی آیا ہے۔

ان بتوں کی پرستش طوفان نوح کے تھوڑے عرصے بعد سے ہو رہی تھی

www.pdfbooksfree.pk

جسے عربوں نے فروغ بخشا۔ اسلام نے نہ صرف بت پرستی کا قلع قمع کیا بلکہ عرب کی زمین کو ان بتوں کے وجود سے ہی پاک کر دیا۔

جہاں تک بت تراشی کا تعلق ہے تو مؤرخین کا کہنا ہے کہ بت تراشی قدیم زمانے ہی سے چلی آ رہی تھی، تہذیب کے آغاز سے بھی بہت قبل کے انسان نے تصویر کشی و بت تراشی کا آغاز کر دیا تھا۔ مذہبی رسوم کو ادا کرنے کے لئے معبود کی صورت پیش آئی تو جاہل انسان نے تصویر اور بت کا مترادف ٹھہرایا اور رفتہ رفتہ بت کو لوگوں نے معبود قرار دیئے۔

فرانس کے غاروں میں جانوروں کے بت ملے ہیں جنہیں زمانہ قبل از تاریخ کا انسان پوجا کرتا تھا۔ یورپ کے علاوہ افریقہ و ایشیاء سے بھی ایسے شواہد ملے ہیں۔

قدیم مصر میں عام طور پر فرعون کے مجسمے تراشے جاتے تھے جنہیں فرعون قائم مقام حیثیت حاصل ہوتی تھی۔ انہیں سجدہ کرنا فرعون ہی کو سجدہ کرنا ہوتا تھا۔ اس دور میں مردوں کے ساتھ ان کے مجسموں کو دفن کیا جاتا تھا۔ چنانچہ بت تراشی کے فن نے خاصا عروج حاصل کیا۔

دجلہ اور فرات یعنی عراق کے علاقے میں سمیری، عکادی، بابلی، آشوری اور فارسی تہذیبوں میں بت پرستی کو ایک فن کی حیثیت حاصل ہو گئی تھی۔ حضرت ابراہیم کے وطن ار میں بت پرستی کا فن چار ہزار سال قبل مسیح سے رائج تھا، یہاں آدمیوں اور جانوروں کے بت بنائے جاتے تھے جن کے لئے پتھر، مٹی، دھات اور لکڑی وغیرہ استعمال کی جاتی تھی۔

www.pdfbooksfree.pk

نینوا شہر میں 885 سال قبل مسیح کا دور بت پرستی کا نمایاں دور خیال کیا جاتا ہے، تقریباً ہر گھر میں بت سجائے جاتے تھے۔ جنگی واقعات کو مجسموں کی شکل دینا اسی دور سے شروع ہوا تھا۔

قدیم یونان میں بت تراشی کا فن اپنی انتہا کو پہنچ گیا تھا۔ مقدونیہ اور کریٹ کی ریاستوں میں انیسویں صدی قبل مسیح میں خوبصورت مجسمہ سازی ہوتی تھی۔ مجسمہ سازی میں یونانی ماہرین اس قدر آگے بڑھ چکے تھے کہ ان کے بارے میں مشہور تھا کہ یونان علوم کا باغ ہے اور مجسمہ سازی اس باغ کا خوبصورت پھول ہے۔ انہوں نے سنگ مرمر اور ہاتھی دانت کے خوبصورت بت تراشے۔

یونان سے یہ فن ایران پہنچا اور یہاں فرہاد جیسے مشہور مجسمہ ساز پیدا ہوئے۔ یہیں سے یہ فن ہندوستان آیا۔ سکندر اعظم کے حملوں کے بعد شمالی ہندوستان میں گندھارا آرٹ نے جنم لیا۔ بدھ مت کے پیروکاروں نے اس فن کو اور ترقی دی۔ کرشن، رام وغیرہ کے مجسموں کے ساتھ ساتھ مہاتما بدھ کے مجسمے بھی تراشے گئے۔ ہندوستان سے یہ فن بدھ مت کے پیروکاروں کے ہمراہ چین اور جاپان پہنچ گیا۔

اگرچہ قدیم چینی اور شانگ ادوار چاؤ میں ہمیں بت تراشی کے عمدہ نمونے نہیں ملتے لیکن ہن دور جو دوسری صدی قبل مسیح سے شروع ہوا، چینی مجسمہ سازی کے عروج کا دور تھا۔ اس دور میں جاپانی مجسمہ سازی کا آغاز ہوا جو آج تک پورے جوش و خروش کے ساتھ جاری ہے۔ یورپ میں یونانیوں

www.pdfbooksfree.pk

کے بعد رومنوں کا دور آیا اور پھر عرصہ دراز تک اسلامی فتوحات کی وجہ سے بت تراشی کا فن عنقا رہا ہے۔ یورپ کے تاریک دور میں کہیں کہیں رومی آرٹ کی بازگشت سنائی دے جاتی تھی۔ پندرھویں صدی عیسوی میں فرانس میں اس فن کا آغاز ہوا۔ پھر اس نے باقاعدہ سنگ تراشی کے فن کی حیثیت اختیار کر لی۔

قدیم عربوں کے ہاں بت تراشی بطور فن کبھی رائج نہیں رہی۔ وہ بت پرست تو تھے لیکن بت تراش نہیں تھے۔ ان کے ہاں بت دوسرے ملکوں سے آتے تھے۔ خانہ کعبہ میں رکھے گئے تین سو ساٹھ بت زیادہ تر بابل، آشور اور مصر کے علاقوں سے آئے تھے۔

جہاں تک حضرت نوح کی قوم کی بت پرستی کا تعلق ہے تو ان کے اندر پانچ بتوں کی پوجا پاٹ زور و شور سے ہوتی تھی۔ ان میں پہلا وراع، دوسرا سواع، تیسرا یغوث، چوتھا یعوق اور پانچواں نصر تھا اور ان سب کا ذکر قرآن مجید میں بھی آتا ہے۔ قوم نوح نے جوان بتوں کی پرستش شروع کی تو ان کی تفصیل امام بغوی یوں فرماتے ہیں کہ ہشام بن محمد بن صائب قلبی نے کہا، میرے باپ نے مجھے خبر دی کہ بت پرستی کی بنیاد اس طرح شروع ہوئی کہ جب حضرت آدم نے انتقال کیا تو آپ کے چھوٹے بیٹے شیث بن آدم کی اولاد نے ان کی لاش اس پہاڑ کے غار میں رکھی جس پر وہ جنت سے اتارے گئے تھے۔

وہ پہاڑ سرزمین ہندوستان میں ہے اور اس کا نام نود ہے اور روئے زمین کے پہاڑوں سے زیادہ سرسبز ہے۔

www.pdfbooksfree.pk

ہشام نے مزید بیان کیا کہ میرے باپ نے مجھے یہ بھی خبر دی اور انہوں نے یہ معاملہ ابی صالح اور ابن عباس سے بیان کیا کہ حضرت آدم کی وفات کے بعد حضرت شیث کی اولاد کوہستانی سلسلے کے ایک طرف رہتی تھی جب کہ کوہستانی سلسلے کے دوسری طرف ان کے بڑے بھائی قابیل کی اولاد رہتی تھی۔ چنانچہ حضرت شیث کی اولاد اس پہاڑ کے غار میں آدم کی لاش کے پاس جایا کرتی۔ پس اس کی تعظیم کرتی تھی۔

یہ دیکھ کر قابیل کی اولاد میں سے ایک نے کہا کہ اے بنی قابیل دیکھو کہ بنی شیث کے پاس ایک چیز ایسی ہے جس کے گرد گھومتے ہیں اور اس کی تعظیم کرتے ہیں جب کہ تمہارے پاس کچھ بھی نہیں ہے یعنی بنی شیث کے پاس تو حضرت آدم دفن ہیں۔ گویا بنی شیث حضرت آدم کے وارث ہیں جب کہ بنی قابیل اس سے محروم ہے۔

اپنے قبیلے سے یہ بات کہنے کے بعد اس شخص نے ایک مورت گھڑی اور کہا جاتا ہے کہ دنیا میں یہی پہلا شخص ہے جس نے مورت بنائی اور ساتھ ہی قوم نوح کی بت پرستی کی تفصیل کو آگے بڑھاتے ہوئے یہ بھی کہا گیا کہ وداع، سواع، یعوث، یعوق اور نصر وہ لوگ تھے جن کا تعلق بنی قابیل سے تھا اور اتفاق کی بات کہ یہ پانچوں نیک اشخاص ایک ہی مہینے میں انتقال کر گئے۔ تو ان کی برادری والوں کو ان کی وفات سے بڑا صدمہ ہوا۔

پس بنی قابیل میں سے ایک نے ان سے کہا۔

"اے قوم! کیا تم چاہتے ہو کہ میں ان کی صورتوں کی پانچ مورتیں تم کو

www.pdfbooksfree.pk

گھڑ دوں گویا وہ تمہارے سامنے رہیں گے، ان کی مورتیں بنانے کے بعد ہاں مجھے یہ قدرت یقیناً نہیں کہ ان کی روحیں ان میں ڈالوں۔"

اس شخص کی اس بات سے بنی قابیل بڑے خوش ہوئے اور انہوں نے کہا۔ "ہاں ہم چاہتے ہیں کہ تو ان کی مورتیں بنا اور ہم ان کے سامنے کھڑے ہو کر انہیں دیکھیں تا کہ ہمارے دلوں میں ان کی یاد تازہ رہے۔"

پس اس شخص نے ان کے لئے ان پانچ بزرگوں کے پانچ بت بنا دیئے جوان کی صورت کے موافق تھے اور وہاں نصب کر دیئے پس جوان کے عزیز و اقارب اور رشتے دار تھے۔ اپنے بھائی، چچا، چچیرے بھائی کی مورت کے پاس آتے اور اس کی تعظیم کرتے اور اس کے اردگرد پھرا کرتے۔

ان بتوں اور ان کی طرف مائل ہونے کی ابتدا بردی بن مہلائل بن کنان بن انوش بن شیث بن آدم کے دور میں ہوئی اور یہ سب حضرت نوح کے بزرگوں میں سے تھے۔

اس کے بعد جب دوسری نسل آئی تو انہوں نے ان مورتوں کی تعظیم کی۔ پھر ان کے بعد تیسری نسل والے آئے تو ان مورتوں سے متعلق کہنے لگے۔

ہم سے اگلے لوگ جو ہمارے بزرگ تھے، بے فائدہ ان کی تعظیم نہیں کرتے تھے بلکہ اس لئے تعظیم کرتے تھے کہ خدا کے نزدیک ان کی شفاعت اور ان کی سفارش کے ذریعہ تھے۔

پس یہ لوگ ان مورتوں کو پوجنے لگے اور ان کی شان بزرگ قرار دی اور کفر شدید ہوا۔

www.pdfbooksfree.pk

پس جب ان پانچوں بزرگوں کے بت بنا دیئے گئے اور حضرت آدم کے بیٹے قابیل کی نسل کے لوگ ان کی پرستش اور پوجا پاٹ کرنے لگے، تب انہیں راہ ہدایت کی طرف بلانے کے لئے اور انہیں خدا کی وحدانیت اور صراط مستقیم کی طرف بلانے کے لئے خدا نے ان کی طرف اپنے پیغمبر حضرت ادریس کو معبوث کر کے بھیجا۔

چنانچہ حضرت ادریس نے ان کو توحید کی طرف بلایا تو انہوں نے حضرت ادریس کو جھٹلایا۔ حضرت ادریس نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ اپنی قوم کو بت پرستی سے نکالیں اور انہیں خدا کے پیغام اور اس کی وحدانیت کی طرف بلائیں لیکن وہ بنی قابیل کو ان پانچ اشخاص کے بتوں کی پوجا پاٹ سے روک نہ سکے۔ آخر خداوند قدوس نے ادریس کو مقام بلند میں اٹھالیا۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں، اس کے بعد ان پانچ بتوں کی پرستش کا معاملہ سخت ہوتا چلا گیا، جگہ جگہ ان کے بت نصب کر دیئے گئے اور بنی قابیل ان کی عبادت، پوجا پاٹ میں ملوث ہو گئے۔ پس یہی وہ قوم تھی جن کی طرف آخر کار خدا نے حضرت نوح کو مبعوث کیا۔

علماء لکھتے ہیں یہاں تک کہ جب حضرت نوح کا زمانہ آیا تو وہ چار سو اسی برس کے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو نبوت عطا کی۔ نوح لوگوں کو ایک سو بیس برس تک اپنی نبوت کے زمانے میں اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے رہے۔ آپ نے بڑی کوشش کی کہ بھٹکی ہوئی اس قوم کو بت پرستی سے نکالیں لیکن قوم کے افراد تھے کہ حضرت نوح کی بات کی طرف دھیان ہی نہیں دیتے تھے۔ مانتے ہی نہیں

www.pdfbooksfree.pk

تھے۔ چنانچہ حضرت نوح کی ہزارہا کوششوں کے باوجود گمراہ نسل انسانی سے تعلق رکھنے والے وہ لوگ بت پرستی کی دلدل میں اور دھنستے چلے گئے۔

آخر یہی بت عربوں تک آن پہنچے اور کہا جاتا ہے کہ عمرو بن لحی ایک کاہن تھا۔ اس کی کنیت ابوشمامہ تھی اور ایک جن اس کا مؤکل تھا۔ اس نے کاہنوں کے لہجے میں اس سے کہا اے عمرو بن لحی! جدہ کے کنارے جا، وہاں تم کو رکھی ہوئی مورتیاں ملیں گی تو ان کو تہامہ میں لے آ۔ یہاں کے سرداروں سے خوف نہ کھا، پھر عرب کو ان کی عبادت کے لئے بلا۔

عمرو بن لحی نے جا کر اس جگہ کو تلاش کیا جس کی طرف اس شیطان جن نے اشارہ کیا تھا اور جس جگہ کی اس نے نشاندہی کی تھی۔ وہاں جا کر جب اس نے تلاش کیا تو اس نے ان بتوں کو وہاں سے نکالا اور انہیں لا کر تہامہ پہنچا اور جب حج کا موسم آیا تو اسی عمرو بن لحی نے سب اہل عرب کو بتوں کی پرستش کی طرف بلایا۔

سب سے پہلے ایک شخص عوف بن عذرا نے اس کا کہا مانا۔ اس نے اس شخص کو وداع نام کا بت حوالے کیا۔ وہ وداع کو لے کر چلا گیا اور وادی القریٰ کے قریہ دومۃ الجندل میں اس بت کو رکھا اور اسی کے نام سے منسوب کر کے اپنے بیٹے کے نام اس نے عبدوداع رکھ دیا۔

یہ شخص سب سے پہلے اس بت کے نام سے منسوب ہوا۔

چنانچہ اسی عوف بن عذرا نے اپنے دوسرے بیٹے عامر کو اس بات کا دربان یعنی مجاور مقرر کیا۔ اس وقت اس کی اولاد برابر اس بت کی پرستش

www.pdfbooksfree.pk

کرنے لگی۔

یہاں تک کہ اسلام کی ابتدا ہوئی اور بتوں کا خاتمہ ہوا۔ اور اس معاملہ میں قلبی بیاں کرتے ہیں۔ محمد سے مالک بن حارث نے بیان کیا کہ میں نے وداع کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ میرا باپ میرے ہاتھ دودھ بھیجا کرتا تھا کہ یہ لے جا کر اپنے معبود کو پلا تو میں دودھ کو خود پی جاتا تھا۔ پھر اس کے بعد میں نے دیکھا کہ حضرت خالد بن ولید نے وداع نام کے اس بت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا۔

اس لئے کہ حضور اکرم ﷺ نے غزوہ تبوک سے خالد بن ولید کو اس بت کو منہدم کرنے کے لئے روانہ کیا تھا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عبد وداع کی اولاد عامر کی اولاد نے حضرت خالد کو اس بت کے توڑنے سے روکا اور مانع ہوئے بس حضرت خالد نے ان کو قتل کر کے اس بت کو منہدم کر کے توڑ ڈالا، اس لڑائی میں حضرت خالد نے بنی عبد وداع میں سے ایک مرد کو قتل کیا تھا جس کا نام قطن تھا تو اس کی لاش پر اس کی ماں یہ کہتی دوڑتی ہوئی آئی۔ اور کہنے لگی۔

آگاہ رہو کہ یہ الفت ہمیشہ پائیدار نہیں رہتی اور زمانے میں کوئی نعمت باقی نہیں رہے گی اور پہاڑی بز غالہ زمانے میں نہیں بچتا اور اس کی ماں چوٹی پر بے تاب ہے اور اس نے کہا، اے میرے دل و جگر کو جمع کرنے والے، اے کاش تری ماں پیدا ہی نہ ہوتی، تجھ کو نہ جنتی، پھر اس کی لاش پر اوندھے منہ گر کر لیٹی اور زور سے ایک نعرہ مار کر مر گئی۔

www.pdfbooksfree.pk

وداع کی موت اور اس کی بت سے متعلق مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس پر دو چادریں سی بنائی گئی تھیں۔ ایک آزار کی طرح کی اور دوسری وہ اوڑھے ہوئے تھا اور ادھر سے ایک تلوار لٹکائے اور کندھے پر کمان لگائے ہوئے تھا اور آگے ایک منزہ بطور جھنڈا لئے ہوئے تھا اور ترکش میں تیر تھے۔

حضرت نوح کے دور کے انہی بتوں کی تفصیل کو آگے بڑھاتے ہوئے قلبی مزید کہتے ہیں، ان کے حضر بن نزار نے بھی عمرو بن لحی کا کہا مان لیا تو اس نے ہریل ایک شخص کو جس کا نام حارث بن تمیم بن سعد بن ہزیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر تھا، حضرت ادریس اور حضرت نوح کے دور کا دوسرا بت دیا جس کا نام سواع تھا اور وہ بطن نخلہ کی زمین روحات میں رکھا گیا اور اس کے قرب وجوار کے مضر قبائل اس کی عبادت کرتے تھے۔

چنانچہ عرب کے ایک شاعر کے اشعار سے ظاہر ہوتا ہے کہ لوگ اس کی پرستش کی طرف بڑے زور وشور سے مائل تھے۔ وہ شاعر اپنے خیالات کا اظہار کچھ اس طرح کرتا ہے۔

''تو ان کو دیکھئے کہ اپنے قبیلے کے اردگرد عبادت میں ایسے جھکے ہیں جیسے کہ ہریل کے لوگ کہ سواع کے گرد پوجا کرنے کے لئے جھکے رہتے ہیں اور ہمیشہ اس کی درگاہ پر جوق در جوق جمع ہوتے ہیں۔''

اسی سلسلے کو آگے بڑھاتے ہوئے قلبی کہتے ہیں کہ بنو مذحج نے بھی عمرو بن لحی کا کہا مانا۔ چنانچہ اس نے حضرت ادریس اور حضرت نوح کے دور کا تیسرا بت جس کا نام یغوث تھا، وہ بنو مذحج کے ایک شخص انعم بن عمرو کو دیا وہ

www.pdfbooksfree.pk

اسے یمن لے گیا اور یمن میں اسے ایک بلند ٹیلے پر جا کر نصب کیا اور قبیلہ مذحج اور اس کے حلیف قبائل اس بت کی پرستش کیا کرتے تھے۔

اب شیطان کے گماشتے نے حضرت نوح کے دور کے تین بت عربوں میں تقسیم کئے، اب چوتھے کی باری آئی، چوتھے بت کے لئے عمرو بن لحی قبیلہ ہمدان میں پہنچا اور انہیں بت پرستی کی ترغیب دی۔ قبیلہ ہمدان نے جب عمرو بن لحی کا کہنا مان لیا تو عمرو بن لحی نے اس کے قبیلے کے ایک شخص مالک بن مرثد کو حضرت نوح کے دور کا چوتھا بت دیا جس کا نام یعوق تھا۔ چنانچہ یعوق کو ایک ایسے گاؤں میں رکھا گیا جس کا نام فیوان تھا۔ اس کو قبیلہ ہمدان اور اس کے یمنی حلیف پوجتے تھے۔ اس کی پوجا پاٹ اور پرستش کرتے تھے۔

چار بت تقسیم کرنے کے بعد عمرو بن لحی قبیلہ حمیر میں پہنچا۔ انہیں بھی اس نے بت پرستی کی ترغیب دی جب انہوں نے اس کا کہنا ماننے کی ہامی بھری۔ تب اس نے معریکرب نام کے ایک شخص کو حضرت نوح کے دور کا پانچواں بت دیا جس کا نام نصر تھا، یہ بت قوم سبا کے موضع بلخا میں رکھا گیا جس کو قبیلہ حمیر اور اس کے حلیف دوست پوجتے تھے اور برابر اس بت کی پرستش کرتے رہے۔ یہاں تک ذوفوا میں جو یمن کا حکمران اور بادشاہ تھا، اس نے ان لوگوں کو یہودی بنا لیا اور ان بتوں کی برابر پرستش ہوتی رہی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تو آپؐ نے غلبہ پا کر ان کے منہدم کرنے کا حکم فرمایا۔

ابن عباس نے کہا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”جہنم

www.pdfbooksfree.pk

میرے سامنے کی گئی تو میں نے عمرو بن لحی کو دیکھا کہ وہ ایک شخص پست قد، سرخ رنگ کرنجا ہے، وہ آگ میں اپنی آنتیں گھسیٹتا پھرتا ہے۔ میں نے پوچھا یہ کون شخص ہے، مجھ سے کہا گیا یہی تو عمرو بن لحی ہے جس نے سب سے پہلے عربوں کے اندر بت پرستی کا آغاز کیا اور حضرت اسماعیل کے دین کو بگاڑا اور عربوں کو بت پرستی کی طرف بلایا۔"

قوم نوح کے وہ بت جنہیں ان کی قوم معبود کے طور پر تسلیم کرتی تھی، ان کے متعلق مؤرخین اور صاحب علم لوگ مزید لکھتے ہیں کہ قوم نوح کے معبودوں میں سے ان معبودوں کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں جنہیں بعد میں اہل عرب نے بھی پوجنا شروع کر دیا تھا اور آغاز اسلام کے وقت عرب میں جگہ جگہ ان کے مندر بنے ہوئے تھے۔ بعید نہیں کہ طوفان نوح میں جو لوگ بچ گئے تھے، ان کی زبان سے بعد کی نسلوں نے نوح کے قدیم معبودوں کا ذکر سنا ہوگا اور جب از سر نو ان کی اولاد میں جاہلیت پھیلی ہوگی تو ان معبودوں کے بت بنا کر انہوں نے پھر انہیں پوجنا شروع کر دیا تھا۔

مفسرین مزید لکھتے ہیں کہ حضرت نوح کے دور کا پہلا بت وداع قبیلہ خزاع کی شاخ بنو کلب میں دبرہ کا معبود تھا جس کا استھان انہوں نے دومۃ الجندل کے جنگل میں بنا رکھا تھا۔ عرب کے قدیم کتبات میں اس کا نام ودم لکھا ہوا ملتا ہے۔ قلبی کا بیان ہے کہ اس کا بت نہایت عظیم الجثہ مرد کی شکل کا بنایا گیا تھا۔ قریش کے لوگ بھی اس کو معبود مانتے تھے اور اس کا نام ان کے ہاں وداع تھا، اس نام پر تاریخ نے ایک شخص کا نام عبدوداع بھی ملتا ہے۔

www.pdfbooksfree.pk

حضرت نوح کے دور کا دوسرا بت نام جس کا سواع تھا، وہ قبیلہ ہریل کی دیوی تھی۔ اس کا بت عورت کی شکل کا بنایا گیا تھا۔ یہ ینبوع کے قریب روباظ کے مقام پر رکھا گیا تھا اور وہیں پر اس کا مندر بھی واقع تھا۔

تیسرا بت یغوث قبیلہ طے کی شاخ انعم اور قبیلہ مذحج کی بعض شاخوں کا معبود تھا۔ مذحج والوں نے یمن اور حجاز درمیان جرشِ کے مقام پر اس کا بت نصب کر رکھا تھا جس کی شکل شیر کی تھی۔ قریش کے لوگ بھی بعض کا نام عبد یغوث رکھا کرتے تھے۔

حضرت نوح کے دور کا چوتھا بت یعوق یمن کے علاقے ہمدان میں قبیلہ ہمدان کی شاخ خیوان کا بت تھا اور اس کا بت گھوڑے کی شکل کا بنایا جاتا تھا۔

پانچواں اور آخری بت نصر عمیر کے علاقے میں قبیلہ عمیر کی شاخ آل ذوالقلاع کا معبود تھا اور بلخلاع کے مقام پر اس کا بت نصب تھا جس کی شکل گدھ کی تھی۔ قوم سبا کے قدیم کتبوں میں اس کا نام نسور لکھا ہوا بھی ملتا ہے۔ اس مندر کو وہ لوگ بیت نسور، اس کے پجاری کو اہل نسور کہتے تھے۔ قدیم مندروں کے جو آثار عرب اور اس کے متصل علاقوں میں پائے جاتے ہیں، ان میں بہت سے مندروں کے دروازوں پر گدھ کی تصویر بھی ملتی ہے۔

www.pdfbooksfree.pk

حضرت نوح نے بار بار اپنی قوم کو مخاطب کرتے ہوئے ان کی بہتری اور بھلائی کے لئے فرمایا کہ ایک اللہ کی بندگی کرو، تقویٰ اختیار کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔ اللہ کی بندگی کا مطلب یہ تھا کہ دوسروں کی بندگی اور عبادت چھوڑ کر اور صرف اللہ کو ہی اپنا معبود تسلیم کر کے اس کی پرستش کرو اور اس کے احکامات بجالاؤ اور یہ تم نے جو طرح طرح کے خود ساختہ بت بنا رکھے ہیں اور ان کے سامنے سجدہ کرتے ہو، ان کی اطاعت اور بندگی کرتے ہو، خدا کے ہاں یہ قابل معافی نہیں ہے۔

تقویٰ کا مطلب یہ تھا کہ ان کاموں سے پرہیز کرو جو اللہ کی ناراضگی اور اس کے غضب کے موجب ہیں اور اپنی زندگی میں وہ روش اختیار کرو جو خدا ترس لوگوں کو اختیار کرنی چاہئے۔ تیسری بار جو انہوں نے رسول کی اطاعت کے لئے کہی تو اس کا مطلب تھا، ان احکامات کی اطاعت کرو جو اللہ کا رسول ہونے کی حیثیت سے میں تمہیں دیتا ہوں۔

ان تین امور کی ہدایت کے بعد حضرت نوح کی قوم کو خدا نے دو کاموں کی بشارت دی۔ پہلی یہ کہ ایمان لانے کے بعد ان کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور دوسری یہ کہ اگر تم ایمان لے آئے تو اللہ تعالیٰ

www.pdfbooksfree.pk

تمہیں اس مدت تک دنیا میں مہلت دے گا جو تمہارے مقرر اور متعین ہے یعنی مقرر مدت عمر سے پہلے تمہیں کسی دنیاوی عذاب میں پکڑ کر ہلاک نہ کرے گا۔

اس کا حاصل علماء کرام یہ نکالتے ہیں کہ اگر ایمان نہ لائے تو یہ بھی ممکن ہے کہ مدت مقررہ سے پہلے ہی تم پر عذاب لا کر ہلاک کر دے۔ اس سے معلوم یہ ہوا کہ عمر کی مدت مقررہ میں بعض اوقات کوئی شرط ہوتی ہے کہ اس میں فلاں کام کر لیا تو اس کی عمر مثلاً اسی سال ہوگی اور نہ کیا تو ساٹھ سال میں موت مسلط کر دی جائے گی۔ یہ منفی کاموں میں اللہ کی ناشکری سے عمر گھٹ جانا اور شکر گزاری سے عمر بڑھ جانا اس طرح بعض اعمال مثلاً والدین کی اطاعت و خدمت سے عمر میں ترقی ہونا جو حدیث سے ثابت ہے۔

کہتے ہیں تقدیر اور قضائے الٰہی کی دو قسمیں ہیں۔ ایک مبرم یعنی قطعی، دوسری معلق جو کسی شرط پر معلق ہو یعنی لوحِ محفوظ میں اس طرح لکھا جاتا ہے کہ فلاں شخص نے اگر اللہ کی اطاعت کی تو اس کی عمر ستر سال ہوگی اور اگر اطاعت نہ کی تو پچاس سال میں مار دیا جائے گا۔ اس دوسری قسم کی تقدیر میں شرط نہ پائی جانے میں تبدیلی ہو سکتی ہے اور قرآن مجید میں ان دونوں قسم کی قضا کی تقدیر کا ذکر حضرت نوح کے سلسلے میں موجود ہے یعنی اللہ تعالیٰ لوح محفوظ میں محض وہ اثبات یعنی ترمیم اور تبدیل کرتا رہتا ہے اور اللہ کے پاس ہے اصل کتاب، اصل کتاب سے مراد وہ کتاب ہے جس میں تقدیر مبرم لکھی ہوئی ہے کیونکہ تقدیر معلق میں جو شرط لکھی گئی ہے اللہ تعالیٰ کو پہلے ہی سے یہ

www.pdfbooksfree.pk

معلوم ہے کہ وہ شخص یہ شرط پوری کرے گا کہ نہیں، اس لئے تقدیر مبرم میں قطعی فیصلہ لکھا جاتا ہے۔

حضرت سلمان فارسی روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قضاء الٰہی کو کوئی چیز بجز دعا کے نہیں روک سکتی اور کسی کی عمر میں زیادتی بجز بر والدین کے نہیں ہوسکتی۔ بر معنی ان کے ساتھ اچھا سلوک ہے اور مطلب اس حدیث کا یہی ہے کہ تقدیر معلق میں ان اعمال کی وجہ سے تبدیلی ہوسکتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ ان کی عمر کو موخر کرنے کو ان کے ایمان لانے پر موقوف کیا گیا ہے، یہ ان کی عمر کے بارے میں تقدیر معلق کا بیان ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح کو علم عطا فرمایا ہوگا۔

اس کے سبب انہوں نے اپنی قوم کو بتایا کہ تم ایمان لائے تو جو اصلی عمر اللہ نے تمہارے لئے مقرر فرمائی ہے، وہاں تک تمہیں مہلت ملے گی اور کسی عذاب دنیاوی کے تحت ہلاک نہ کئے جاؤ گے اور اگر تم ایمان نہ لائے تو اس اصلی عمر سے پہلے ہی خدا کا عذاب تمہیں ہلاک کردے گا اور آخرت کا عذاب اس صورت میں اس کے علاوہ ہوگا۔

اس کے علاوہ بھی قوم نوح کو یہ بتادیا گیا تھا کہ ایمان لانے پر بھی ہمیشہ کے لئے موت سے نجات نہیں ہوگی بلکہ تقدیر مبرم میں جو تمہاری عمر لکھی ہوئی ہے، اس پر موت آنا ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ سے عالم دنیا کو دائمی نہیں بنایا، یہاں ہر چیز کو فنا ہونا ہے، تقاضہ حکمت ہے اس میں ایمان، اطاعت اور فکر اور معصیت سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔

www.pdfbooksfree.pk

بہرحال حضرت نوح علیہ السلام کا اپنی قوم کی اصلاح اور ایمان کے سلسلے میں سلسل مختلف قسم کی کوششوں میں لگے رہنے کا اور قوم کی طرف ان کی مخالفت اور تکذیب کا سلسلہ جاری رہا اور آخر میں مایوس ہوکر آپ اپنی قوم کے حق میں بددعا کرنے پر مجبور ہوئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ حضرت نوح کو چالیس برس کی عمر میں نبوت عطا ہوئی اور قرآنی تصریح کے مطابق ان کی عمر پچاس کم ایک ہزار سال ہوگی۔ اس پوری مدت دراز میں نہ کبھی اپنی کوشش کو چھوڑا اور نہ کبھی مایوس ہوئے۔ قوم کی طرف سے طرح طرح کی ایذائیں دی گئیں، سب پر صبر کرتے رہے۔

حضرت ابن عباس ہی سے منقول ہے کہ ان کی قوم ان کو اتنا مارتی کہ وہ گر جاتے تو ان کو ایک کمبل میں لپیٹ کر مکان میں ڈال دیتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ وہ مر گئے ہیں مگر پھر جب اگلے روز ان کو ہوش آتا تو وہ لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتے اور تبلیغ کے عمل میں لگ جاتے۔

محمد بن اسحاق نے عبید بن عمر سے روایت کیا ہے کہ ان کو یہ خبر پہنچی ہے کہ نوح کی قوم ان کا گلا گھونٹ دیتی تھی جس سے وہ بے ہوش ہوجاتے، جب ہوش آتا تو یہ دعا کرتے۔

"اے میرے پروردگار میری قوم کو معاف کردے کیونکہ وہ نہیں جانتے۔" اپنی قوم کی ایک نسل سے ایمان لانے سے مایوسی ہوئی تو یہ امید رکھتے تھے کہ ان کی اولاد میں کوئی ایمان لے آئے گا، وہ نسل بھی گزر جاتی تو

www.pdfbooksfree.pk

تیسری نسل سے بھی یہ توقع لگا کر اپنے فرض منصبی میں مشغول رہتے کیونکہ ان نسلوں کی عمریں اتنی طویل نہ تھیں جتنی حضرت نوح کو بطور معجزہ عطا ہوئی تھی۔

جب اُن کی نسل پر نسل گزرتی رہی اور ہر آنے والی نسل پچھلی سے زیادہ شریر اور بدتر ثابت ہوئی تو حضرت نوح نے بارگاہ عزت میں اپنا شکوہ پیش فرمادیا جس میں بتلادیا کہ میں نے ان کو رات دن اجتماعاً اور انفراداً اعلانیہ اور خفیہ جو طریقہ کسی کو راہ راست پر لانے کا ہوسکتا ہے وہ سب اختیار کیا، کبھی اللہ کے عذاب سے ڈرایا، کبھی جنتوں کی نعمتوں کی ترغیب دی اور یہ بھی کہ ایمان اور عمل صالح کی برکت سے تمہیں دنیا میں فراخی اور خوشحالی نصیب ہوگی، کبھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی نشانیوں کو پیش کر کے سمجھایا مگر انہوں نے ایک نہ سنی۔

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

دوسری طرف خدا نے ان کو یہ بھی بتلا دیا کہ آپ کی پوری قوم میں جس کو ایمان لانا تھا، لے آیا۔ آگے ان میں کوئی ایمان قبول نہ کرے گا جس کے بعد ہی حضرت نوح نے اپنی قوم کے لئے بددعا کے کلمات ادا کئے۔

بہرحال، حضرت نوح نے انتہائی کوشش کی کہ بدبخت قوم سمجھ جائے اور رحمت الٰہی کے آغوش میں آجائے مگر قوم نے نہ مانا اور جس قدر اس جانب تبلیغ حق میں جدوجہد ہوئی۔ اسی قدر قوم کی جانب سے بغض وعناد میں سرگرمی کا اظہار ہوا اور ایذا رسانی اور تکلیف دہی کے تمام وسائل کا استعمال کیا گیا اور ان کے بڑوں نے عوام سے صاف صاف کہہ دیا کہ تم کس طرح دواع، سواع، یغوث، یعوق اور نسر جیسے بتوں کی پرستش کو چھوڑ سکتے ہو۔

www.pdfbooksfree.pk

جب کبھی بھی حضرت نوح اپنی قوم کو وحدانیت اور ایمان کی طرف بلاتے اور انہیں تبلیغ کرتے تو ان کے بڑے حضرت نوح کو مخاطب کر کے کہتے۔

''اے نوح! تو نے ہم سے جھگڑا کیا اور بہت جھگڑ لیا، اب اس کو ختم کر اور جو تو نے ہم سے عذاب الٰہی کا وعدہ کیا ہے، وہ لے آ۔''

حضرت نوح اپنی قوم کے ان مغرور افراد کے اس سوال کا جواب بار بار یہی دیتے کہ عذاب الٰہی میرے قبضے میں نہیں ہے، وہ تو اس کے قبضے میں ہے جس نے مجھے رسول بنا کر بھیجا، وہ چاہے گا تو یہ سب کچھ بھی ہو جائے گا۔

جب قوم بار بار آپ کی تبلیغ کو رد کرتی اور آپ کا کہا ماننے سے انکار کرتی اور بار بار تقاضا کرتی کہ ہمارے لئے تم جس عذاب کی دھمکی دیتے ہو، آخر تم اسے لے کیوں نہیں آتے، تب انہیں حضرت نوح مخاطب کر کے کہتے۔

''اگر اللہ چاہے گا تو اس عذاب کو بھی وہ لے آئے گا اور تم خدا کو تھکا دینے والے نہیں ہو۔''

بہر حال جب قوم کی ہدایت سے حضرت نوح بالکل مایوس ہو گئے اور اس کی باطل پرستی، عناد اور ہٹ دھرمی ان پر واضح ہو گئی تو قرآن مجید کے مطابق ساڑھے نو سو سال کی پیہم دعوت اور تبلیغ کا ان پر کوئی اثر نہ دیکھا تو سخت ملول اور پریشان خاطر ہوئے تب خدا نے آپ کی حالت دیکھتے ہوئے انہیں تسلی دیتے ہوئے فرمایا۔

www.pdfbooksfree.pk

''جوایمان لے آئے وہ لے آئے، اب ان میں سے کوئی ایمان لانے والا نہیں ہے، پس ان کی حرکات پر غم نہ کرو۔''

جب خدا کا یہ حکم آپ کے پاس پہنچا تو حضرت نوح کو معلوم ہو گیا کہ ان کے ابلاغ حق میں کوتاہی نہیں ہے بلکہ خود نہ ماننے والوں کی استعداد کا قصور ہے اور ان کی اپنی سرکشی کا نتیجہ ہے، تب ان کے اعمال اور کمینی حرکات سے متاثر ہو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ نے یہ دعا فرمائی۔

''اے پروردگار! تو کافروں میں سے کسی کو زمین پر باقی نہ چھوڑ، اگر تو ان کو یونہی چھوڑ دے گا تو یہ تیرے دوسرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور ان کی نسل بھی انہیں کی طرح نافرمان پیدا ہوگی۔''

حضرت نوح کی اس دعا کے بعد خدا نے آپ کے ان الفاظ کو قبولیت بخشی اور اپنے قانون جزائے اعمال کے مطابق سرکشوں کی سرکشی اور متمردوں کے تمرد کی سزا کا اعلان کر دیا اور حفظ ماتقدم کے لئے پہلے خدا نے حضرت نوح کو ہدایت فرمائی کہ وہ ایک کشتی تیار کریں تا کہ اسباب ظاہری کے اعتبار سے وہ اور مؤمنین وصاحب ایمان اس عذاب سے محفوظ رہیں جو خدا کے نافرمانوں پر نازل ہونے والا ہے۔ حضرت نوح نے جب حکم ربی میں کشتی بنانی شروع کی تو کفار نے ہنسی اڑانا اور مذاق بنانا شروع کر دیا اور جب کبھی ان کا ادھر سے گزر ہوتا تو کہتے۔ ''خوب جب ہم غرق ہونے لگیں گے، تب تو اور تیرے پیروکار اس کشتی میں محفوظ رہ کر نجات پا جائیں گے۔'' ساتھ ہی تمسخرانہ انداز میں یہ بھی کہتے۔ ''کیسا احمقانہ خیال ہے۔''

www.pdfbooksfree.pk

حضرت نوح بھی ان کو انجام کار سے غفلت اور خدا کی نافرمانی پر جرأت دیکھ کر انہیں ہی کے طرز پر جواب دیتے اور اپنے کام میں مشغول رہتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی ان کو حقیقت حال سے آگاہ کر دیا تھا۔

آخر حضرت نوح نے اپنے رب کے حکم پر اپنے کام کو جاری رکھا، اس لئے کہ اللہ نے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا تھا۔

''اے نوح تو ہماری حفاظت میں ہے، ہماری وحی کے مطابق کشتی تیار کئے جا اور اب مجھ سے ان کے متعلق کچھ نہ کہہ وہ بلاشبہ غرق ہونے والے ہیں۔''

آخر کشتی نوح بن کر تیار ہو گئی، اب خدا کے وعدۂ عذاب کا وقت قریب آیا اور حضرت نوح نے اس پہلی علامت کو دیکھا جس کا ذکر ان سے کیا گیا تھا یعنی زمین کی تہہ سے پانی کا چشمہ ابلنا شروع ہو گیا، تب وحی الٰہی نے ان کو حکم سنایا کہ کشتی میں اپنے خاندان کو بیٹھنے کا حکم دو اور تمام جانداروں میں سے ہر ایک کا جوڑا بھی کشتی میں پناہ گیر ہو اور وہ مختصر سی جماعت جو تم پر ایمان لا چکی ہے، کشتی پر سوار ہو جائے۔

جب وحی الٰہی کی تکمیل پوری ہو گئی تو آسمان کو حکم دیا کہ پانی برسنا شروع ہو اور زمین سے پانی ابلنے لگا۔ پس خدا کے حکم سے یہ سب کچھ ہوتا رہا تو کشتی اس کی حفاظت سے پانی پر ایک مدت تک محفوظ تیرتی رہی۔

اس موقع پر علماء ایک اور سوال بھی اٹھاتے ہیں اور وہ یہ کہ حضرت نوح نے طوفانی عذاب کے وقت خدا تعالیٰ سے اپنے بیٹے کی نجات کے متعلق

www.pdfbooksfree.pk

سفارش کی اور خدا تعالیٰ نے ان کو اس سفارش سے دور کر دیا، اس مسئلے کی اہمیت قرآن حکیم کی آیات میں کچھ اس طرح بیان کی گئی ہے۔

اور نوح نے اپنے رب کو پکارا اور کہا۔

''اے پروردگار! میرا بیٹا میرے اہل ہی میں سے ہے اور تیرا وعدہ سچا ہے اور تو بہترین حاکموں میں سے ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ''اے نوح یہ تیرے اہل میں سے نہیں ہے، یہ بد کردار ہے پس تجھ کو ایسا سوال نہیں کرنا چاہئے جس کے بارے میں تجھ کو علم نہ ہو، میں بلاشبہ تجھ کو نصیحت کرتا ہوں کہ تو نادانوں میں سے نہ بن۔''

حضرت نوح نے کہا۔ ''اے رب میں بلا تردد اس بارے میں کہ جس کے متعلق مجھے علم نہ ہو، تجھ سے سوال کروں، تیری پناہ چاہتا ہوں اگر تو نے مجھے معاف نہ کیا اور رحم نہ کیا تو میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوں گا۔''

چنانچہ خدا نے حضرت نوح سے فرمایا۔

''اے نوح ہماری جانب سے تو اور تیرے ہمراہی ہماری سلامتی اور برکتوں کے ساتھ زمین پر اتریں گے۔''

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نوح سے خدا کا وعدہ تھا کہ وہ ان کے اہل کو نجات دے گا، اس لئے حضرت نوح نے اپنے بیٹے کے لئے دعا مانگی، اس بیٹے کا نام کنعان تھا۔

جس پر خدا کی جانب سے عتاب ہوا کہ تم کو جس شے کا علم نہ ہو، اس کے متعلق اس طرز سے سوال کرنے کا حق نہیں ہے، اس پر حضرت نوح نے

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY www.pdfbooksfree.pk

اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور خدا تعالیٰ سے مغفرت اور رحمت کی طلب کی اور اس کی جانب سے بھی خواہش کے مطابق جواب ملا۔

یہاں علماء یہ بھی کہتے ہیں تو اب غور طلب بات یہ ہے کہ حضرت نوح کا سوال کس وعدہ پر مبنی تھا اور وہ وعدہ پورا ہوا کہ نہیں اور حضرت نوح کو اس وعدے کے سمجھنے میں کسی قسم کی غلط فہمی ہوئی اور اللہ تعالیٰ کی تنبیہ پر انہوں نے اصل حقیقت کو سمجھ لیا، اس سے متعلق علماء کہتے ہیں کہ جب عذاب کا وقت آیا اور خدا نے فرمایا۔

"جب ہمارا حکم آپہنچا تو تنور سے پانی ابل پڑا۔ تو ہم نے فوج سے کہا کہ ہر جاندار میں سے ایک ایک جوڑا کشتی میں اٹھالو اور اس کے علاوہ جس پر خدا کا فرمان ناطق ہو چکا ہے، اپنے اہل کو بھی اور جو تجھ پر ایمان لائے ہیں ان کو بھی اور وہ بہت تھوڑے ہیں۔"

خدا کے اس فرمان میں یہ بتایا گیا تھا کہ حضرت نوح سے حق تعالیٰ نے یہ فرمایا تھا کہ تم اپنی اس کشتی میں جو اہل نجات کے لئے تیار کی گئی ہے، اپنے اہل کو بٹھاؤ لیکن تمہارا پورا کنبہ نجات یافتہ نہیں ہے بلکہ بعض ایسے بھی ہیں جن پر خدا کے عذاب کا فیصلہ ہو چکا ہے۔

چونکہ حضرت نوح علیہ السلام اپنی بیوی کے سابقہ کافرانہ عقائد اور اعمال کی بناء پر اس بات سے مایوس ہو چکے تھے کہ وہ خدائے برحق پر ایمان لائے اور توحید کی آواز پر لبیک کہے، اس لئے اس استثناء کا مصداق صرف اسی کو سمجھے اور بیٹے کی محبت میں یہ خیال کرتے ہوئے کہ یہ نوعمر ہے، شاید کشتی

www.pdfbooksfree.pk

میں مؤمنین کی صحبت سے فائدہ اٹھا کر ایمان لے آئے اور کافروں کی صحبت کو رد کر دے۔

خدا تعالیٰ کے ارشاد سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انہوں نے بارگاہ الٰہی میں کنعان کی نجات کی دعا کی مگر اللہ تعالیٰ کو جلیل القدر پیغمبر کا یہ قیاس پسند نہ آیا اور ان کو تنبیہ کی کہ جو ہستی خدا کی وحی سے ہر وقت مستفید ہوتی رہتی ہے، اس کو جذبہ محبت پدری میں اس قدر سرشار نہ ہو جانا چاہئے کہ وحی الٰہی کا انتظار کئے بغیر خود ہی قیاس آرائی کر کے انجام تک کا فیصلہ کر بیٹھے حالانکہ وعدہ نجات صرف مؤمنین کے لئے مخصوص ہے اور کنعان کافروں کے ساتھ کافر ہی رہے گا، بلاشبہ تمہارا اس قسم کا سوال منصب رسالت اور نبوت کے شایانِ شان نہیں ہے۔

گویا حضرت نوح سے خدا تعالیٰ کا یہ خطاب دراصل عتاب نہیں تھا بلکہ مشاہدہ حقیقت کے لئے ایک پکار تھی جس کو انہوں نے سنا اور اپنی بشریت اور عبدیت کے اعتراف کے ساتھ ساتھ مغفرت کے طالب ہوئے اور خدا کی سلامتی اور برکت حاصل کر کے شاد کام اور بامراد بنے۔ پس یہ سوال نہ معصیت کا سوال تھا، نہ عصمت انبیاء کے منافی، اس لئے خطابِ الٰہی میں اس کو نادانی سے تعبیر کیا نہ کہ گناہ اور نافرمانی سے۔

بہرحال حضرت نوح کے سامنے یہ حقیقت آشکارہ ہو گئی کہ وعدہ نجات کا منشاء نسل خاندان نہیں ہے بلکہ ایمان باللہ ہے۔ اس لئے انہوں نے اپنا رخ بدل کر کنعان کو مخاطب کیا اور اپنا منصب دعوت ادا کرتے ہوئے چاہا کہ

www.pdfbooksfree.pk

وہ بھی مومن بن کر نجات الٰہی سے بہرہ ور ہو مگر اس بد بخت نے جواب دیا۔

"میں بہت جلد کسی پہاڑ کی پناہ لیتا ہوں کہ وہ مجھ کو غرقابی سے بچا لے گا۔"

اپنے بیٹے کا یہ جواب سن کر حضرت نوح نے فرمایا۔ "آج کوئی خدا کے حکم سے بچانے والا نہیں ہے، صرف وہی بچے گا جس پر خدا کا رحم ہو جائے۔" اس درمیان میں ان دونوں کے درمیان موج حائل ہو گئی اور غرق ہونے والوں میں سے ایک ہو گیا۔

علامہ ابن سعد حضرت نوح کی کشتی اور طوفان نوح سے متعلق لکھتے ہیں کہ نوح نے کشتی بنائی اور طوفان شروع ہوا۔ نوح خود کشتی میں سوار ہوئے، ساتھ ہی ان کے وہی مذکورہ افراد بیٹے اور بہوئیں یعنی بیٹوں کی بیویاں تھیں اور تہتر افراد اولادِ شیث میں سے تھے جو ایمان لا چکے تھے۔ کشتی میں ان کی مجموعی تعداد اسی تھی۔ اس کے علاوہ کشتی میں حیوانات کے جوڑے بھی تھے۔ یہ کشتی تین سو ہاتھ لمبی، پچاس ہاتھ چوڑی اور تیس ہاتھ اونچی تھی۔ ہاتھ کا پیمانہ حضرت نوح کے پردادا کے ہاتھ کے مطابق تھا۔ پانی سے یہ چھ ہاتھ باہر نکلی ہوئی تھی اور بند تھی۔ نوح نے اس میں تین دروازے بھی نکالے تھے جن میں سے بعض اوپر اور بعض نیچے تھے۔

آگے علامہ ابن سعد مزید لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے چالیس دن تک رات دن پانی برسایا، کشتی میں اسی افراد کے علاوہ حیوانات کے جوڑے اور علامہ ابن سعد کے مطابق حضرت آدم کی لاش کو بھی رکھا گیا تھا اور اسے اس

www.pdfbooksfree.pk

طرح رکھا کہ عورتوں اور مردوں کے درمیان حائل اور حاجب رہے۔

رجب کی دسویں شب گزری تھی کہ کشتی پر سوار ہوئے اور گیارہ رجب عاشورہ یعنی دس محرم کو خشکی پر اترے، یہی باعث ہے کہ روزہ رکھنے والوں نے عاشورہ کا روزہ رکھا۔

آگے مزید لکھا کہ پانی نکلا تو نصف نصف کر کے نکلا یعنی طوفان کا نصف تو زمین کا نصف پانی تھا اور نصف پانی کی طغیانی تھی۔ کیونکہ خدا نے لگاتار پانی کی جھڑی میں آسمان کے دروازے کھول دیئے اور زمین کے سوتے چشمے جاری کر دیئے گویا زمین کو چاک کر ڈالا گیا ہو۔ اس میں شگاف کر دیئے گئے ہوں۔

بہر حال یہ کشتی مع اپنے راقبوں کے چھ مہینے میں تمام زمین کا دورہ پورا کرنے میں کامیاب ہوئی اور کہیں نہ ٹھہری، یہاں تک کہ مکہ میں حرم تک پہنچی مگر اس کے اندر نہ گئی اور ایک ہفتہ تک حرم کے گرد پھرتی رہی یعنی طواف کرتی رہی۔ وہ گھر جسے خانہ کعبہ کہتے ہیں۔ وہ شروع میں حضرت آدم نے بنایا تھا۔ غرق نہ ہونے پایا۔ یہی گھر بیت المعمور ہے، حجر اسود بھی کوہ ابو قیس پر رہا۔

علامہ ابن سعد مزید لکھتے ہیں کہ کشتی جب حرم کے گرد پھر چکی تو اپنے سواروں کے لئے کوہستان ارارات کی طرف بڑھی جو علاقہ موصل کا ایک پہاڑ ہے اور دو قلعوں کے پاس واقع ہے جب چھ ماہ کا سفر پورا کرنے کے بعد جودی پر آ کر ٹھہر گئی جو کوہستان ارارات کی ایک چوٹی کا نام ہے اور اسی

www.pdfbooksfree.pk

ششماہی۔ کے بعد خدا کا زمین اور آسمان کو حکم جاری ہوا اور خدا نے فرمایا۔

"اے زمین اپنے پانی کو نگل جا اور اے آسمان رک جا۔" آسمان کے رکنے کا یہ مطلب تھا کہ اے آسمان اپنے پانی کو یعنی بارش کو روک لے اور زمین سے، پانی اتر گیا اور حضرت نوح علیہ لسلام کی کشتی کوہ جودی پر ٹک گئی۔

جہاں تک کوہستان جودی کا تعلق ہے تو یہ پہاڑ کردستان کے علاقے ضلع باتان میں جزیرہ ابن عمر کے شمال مشرق میں تقریباً پچیس میل کے فاصلے پر ایک بلند سلسلہ ہے اس کا دوسرا نام کوہ ارارات بھی ہے گویا جودی کوہ ارارات، کا ایک سلسلہ بھی ہے، اس کو جبل حارث بھی کہتے ہیں۔

اس کا قدیم نام اعزی تاریخ بھی تھا۔ جودی پہاڑ کی شہرت کا منبع عراق و عرب کی وہ روایات ہیں جن کے مطابق اس پہاڑ پر حضرت نوح کی کشتی جا کر ٹھہری تھی۔

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

یہ پہاڑ اس مقام پر ہے جہاں ترکی، ایران، روس اور آرمینیا کی سرحدیں ملتی ہیں۔ اس کی شمالی اور مشرقی ڈھلان کی طرف دریائے ارس بہتا ہے جو سطح سمندر سے تین ہزار فٹ بلند ہے۔ اس کے جنوب مغرب میں بایزید نام کا میدان ہے جو سطح سمندر سے پانچ ہزار فٹ بلندی پر واقع ہے۔

مغرب کی سمت چھوٹی چھوٹی آتش فشاں پہاڑیوں کا سلسلہ ہے، ان میں سے ساڑھے پانچ ہزار فٹ کی بلندی پر ایک چھوٹا سا درہ گزرتا ہے، یہ پہاڑ دو چوٹیوں پر مشتمل ہے۔ ان کا درمیانی پالان آٹھ ہزار آٹھ سو فٹ کی بلندی پر واقع ہے، دونوں چوٹیوں کے درمیان سات میل کا فاصلہ ہے۔

www.pdfbooksfree.pk

بڑی چوٹی کی انتہائی بلندی بارہ ہزار آٹھ سو ستر فٹ ہے۔ ان دونوں چوٹیوں کے قریب دور دور تک کوئی اور چوٹی اتنی بلند نہیں، دونوں چوٹیاں لاوے اور آتشی چٹانوں سے بنی ہیں۔ آج کل اس پر ہمہ وقت برف جمی رہتی ہے۔

اس کے اردگرد میدانوں میں عمدہ گھاس کے وسیع قطعات ہیں۔ یہاں کرد قبائل اپنی بھیڑ بکریاں چراتے نظر آتے ہیں۔ اس کے دامن میں کہیں کہیں درخت بھی ملتے ہیں لیکن پہاڑ سبزے سے خالی ہے۔ کسی زمانے میں یہاں آبادی تھی اور بقول المقدسی اس پہاڑ پر ایک ہزار گاؤں آباد ہوا کرتے تھے۔

مؤرخین مزید لکھتے ہیں کہ اس پہاڑ کا ذکر سب سے پہلے بائبل میں ارارات کے نام سے ملتا ہے۔ اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ حضرت نوح کی کشتی اس پہاڑ کی بڑی چوٹی پر آکر ٹھہری تھی نیز یہ کشتی ساتویں مہینے کی سترھویں تاریخ کو ارارات کی چوٹی پر ٹک گئی تھی۔

قرآن مجید میں بھی اس کا ذکر واضح طور پر ملتا ہے اور قرآن مجید کا کہنا ہے۔

حکم ہوا۔ ”اے زمین، اپنا سارا پانی نگل جا اور آسمان رک جا۔“ چنانچہ پانی زمین کے اندر جذب ہو گیا۔ فیصلہ چکا دیا گیا کشتی جودی پہاڑ پر ٹک گئی اور کہہ دیا گیا۔ ”دور ہوئی ظالموں کی قوم۔“

قدیم ارمنی روایات اس بارے میں بالکل خاموش ہیں کہ کشتی نوح

www.pdfbooksfree.pk

کہاں رکی تھی۔ بعد کے ارمنی ادب میں جو کچھ روایت اس بارے میں ملتی ہیں وہ توریت کے بڑھتے ہوئے اثرات کا نتیجہ ہے۔ابن قتیبہ نے ارارات ہی کو کوہ جودی قرار دیا ہے۔ سکندر اعظم کے عہد کا مؤرخ پروسس لکھتا ہے، اسے کوہ جودی کی چوٹی پر سے کشتی کے آثار ملے ہیں۔ابن بطوطہ نے بھی سن 725ء میں اس کوہستانی سلسلے کی زیارت کی تھی۔

موجودہ دور میں اکثر لوگوں کو یقین ہے کہ جودی کی چوٹی پر جمی ہوئی ہزاروں برس پرانی برف کے نیچے حضرت نوح کی کشتی موجود ہے۔

آرمینیا کے لوگ اس روایت پر یقین رکھتے ہیں۔طوفان نوح کے بعد دنیا میں بسنے والی پہلی قوم آرمینیا کے لوگ تھے۔

قدیم تفسیروں میں اس کوہستانی سلسلے کو حضرت نوح کی کشتی کے اترنے کی جگہ بتایا گیا ہے۔ کشتی نوح کے ٹھہرنے کی جگہ کی اس یقین کی تفصیل آرامی زبان کی تفسیر اور تراجم میں ہی ملتی ہے۔

اس کی بنیاد اگرچہ بابلی روایات پر ہے۔اس کا ماخذ بیروس ہے۔اس کے علاوہ کوہستان نصر جس کا ذکر داستان نوح کے سلسلے میں قدیم آشور اور فارس کے میخی خط میں لکھے ہوئے کتبات میں ملتا ہے، ممکن ہے وہ گولڈینے ہی میں واقع ہو کیونکہ میخ مواخذ کی رو سے گولڈینے کے پہاڑوں کو حضرت نوح کی کشتی پر اترنے کی جگہ بتایا گیا ہے۔

ان قدیم یہودی بابلی روایات کو عیسائیوں نے اختیار کیا ہے۔ بعد میں ہجری 640 میں عربوں نے جب باتان کا علاقہ فتح کر لیا تو انہوں نے اسے

www.pdfbooksfree.pk

کوہ جودی کا نام دیا۔

یہ سلسلہ کوہستان آرمینیا کی سطح مرتفع سے شروع ہوکر جنوب میں کردستان تک چلتا ہے اور جبل جودی اسی سلسلے کا ایک پہاڑ ہے جو آج بھی جودی کے نام سے مشہور ہے۔ قدیم تاریخوں میں کشتی ٹھہرنے کی یہی جگہ بتائی گئی ہے۔ چنانچہ مسیح سے ڈھائی سو برس پہلے بابل کے ایک مذہبی پیشوا بیراسس نے پرانی کلدانی روایات کی بنا پر اپنے ملک کی جو تاریخ لکھی ہے، اس میں وہ کشتی نوح کے ٹھہرنے کا مقام جودی ہی بتاتا ہے۔

ارسطو کا شاگرد بیدونوس بھی اپنی تاریخ میں اس کی تصدیق کرتا ہے۔ نیز وہ اپنے زمانے کا حال بیان کرتا ہے کہ عراق میں بہت سے لوگوں کے پاس اس کشتی کے ٹکڑے محفوظ ہیں جنہیں وہ گھول گھول کر بیماروں کو پلاتے ہیں۔

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

کوہستان ارارات یا جودی کے آس پاس کے تمام علاقوں کی طرح جبل جودی کا گرد و پیش آج تک ایسی ہی یادگار داستان سے پر ہے جن کا تعلق طوفان نوح اور کشتی کے نکلنے کے بعد حضرت نوح کے حالات زندگی سے ہے۔

مثال کے طور پر پہاڑ کے دامن میں اب تک ایک گاؤں ہے جسے سوق الثمانین کہتے ہیں یعنی اسّی لوگوں کی رہائش گاہ کیونکہ حضرت نوح کی کشتی میں اسّی آدمی سوار تھے۔

ابلیس نے کیونکہ بنی نوع انسان کو بہکانے کی ذمہ داری اپنے اوپر ڈالی

www.pdfbooksfree.pk

ہوئی ہے، لہٰذا ابلیس اپنے کام سے غافل نہیں رہتا۔ ہر زمانہ میں نہایت سرگرمی سے اپنا کام کرتا رہتا ہے لیکن جس قدر زمانہ نبوت قریب رہا، اس قدر اس کو اپنے مقصد میں ناکامی ہوتی رہی اور جس قدر زمانہ نبوت سے بعد ہوتا رہا، اس کامیابی میں روز افزوں ترقی کرتی رہی، اس کے راستے پر چلنے کے لئے لوگ بکثرت آمادہ ہو جایا کرتے تھے۔

حضرت نوح کے سلسلے میں بھی ابلیس حرکت میں آیا۔ علامہ ابن جوزی لکھتے ہیں اور وہ اس واقعہ کو صالح بن عبداللہ سے بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت نوح کشتی میں سوار ہوئے تو اپنی کشتی کے اندر انہوں نے ایک انجان بوڑھے کو دیکھا۔ آپ سمجھ گئے اور پہچان گئے کہ ضرور یہ ابلیس ہی ہے۔ چنانچہ اسے مخاطب کر کے کہا۔

''تو یہاں کیوں آیا؟''

اس پر جواب دیتے ہوئے ابلیس کہنے لگا۔

''میں تمہارے ماننے والوں کے دلوں پر قابو کرنے کو آیا ہوں تا کہ ان کے دل میرے ساتھ ہوں اور جسم تمہارے ساتھ۔'' اس پر حضرت نوح نے ابلیس کو مخاطب کر کے فرمایا۔

''اے خدا کے دشمن، نکل جا۔'' اس پر ابلیس بولا اور کہنے لگا۔ ''میرے پاس پانچ چیزیں ہیں جن سے میں لوگوں کو ہلاک کرتا ہوں۔ ان میں سے تین تمہیں بتاؤں گا اور دو تم سے نہ کہوں گا۔''

اسی موقع پر کشتی میں حضرت نوح علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی اور خدا کی

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

طرف سے حضرت نوح کو ہدایت کی گئی کہ شیطان سے کہو تین کی مجھے حاجت نہیں تو دو بیان کر۔

چنانچہ وحی کے مطابق ابلیس کو مخاطب کر کے حضرت نوح کہنے لگے۔

''جو تین تو مجھے بتانا چاہتا ہے، اس کی مجھے حاجت نہیں، وہ دو بیان کر جو تو کہنا نہیں چاہتا۔''

ابلیس نے کہا۔ ''انہی دو سے میں آدمیوں کو ہلاک کرتا ہوں اور ان کو کوئی جھوٹ نہیں کہہ سکتا۔ ان دو میں سے ایک حسد ہے۔ اسی کی وجہ سے میں ملعون ہوا اور اسی کی وجہ سے میں نے آدم کو سجدہ نہیں کیا اور شیطان مردود کہلایا۔

دوسری بات حرص ہے کہ آدم کے لئے تمام جنت مباح کر دی، میں نے حرص کی بدولت ان سے اپنا کام نکلوالیا۔

بہر حال طوفان سے جب نجات ملی تو حضرت نوح سب کے ساتھ کشتی سے نیچے اترے اور وہاں ہر شخص نے اپنے لئے ایک گھر بنایا۔ طوفان نوح کے بعد جو پہلی بستی زمین پر بنی، اس کا نام سوق الثمانین پڑا یعنی اسّی آدمیوں کا بازار حضرت نوح کے جتنے آباؤ اجداد گزرے تھے، سب کا دین اسلام تھا۔ عکرمہ روایت کرتے ہیں کہ آدم اور نوح کے درمیان دس نسلیں گزریں جن کا دین اسلام تھا۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ حضرت نوح نے نسل قابیل کی ایک عورت سے نکاح کر لیا تھا۔ اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام یوناتن رکھا۔ یہ لڑکا دیار

www.pdfbooksfree.pk

مشرق کے ایک شہر میں پیدا ہوا تھا۔

پہلی بستی جو حضرت نوح اور ان کے ساتھیوں نے آباد کی جس کا نام سوق ثمانین تھا۔ اس کی وسعت آبادی کے لئے جب جگہ کافی نہ رہی تو لوگ وہاں سے نکل کر اس مقام پر پہنچے جہاں شہر بابل آباد ہوا تھا۔ بابل کی تعمیر انہیں لوگوں نے کی جو دریائے فرات کے پاس واقع تھا۔ بابل کی آبادی بہت زیادہ ہوگئی حتیٰ کہ ایک لاکھ تک شمار ہو گیا۔ یہ سب لوگ دین اسلام پر قائم تھے، نوح جب کشتی سے نکلے تو آدم کا جثہ بیت المقدس میں دفن کر دیا اور ایک زمانے کے بعد خود بھی انتقال کر گئے۔

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

یہاں حضرت نوح کے سلسلے میں دو سوال اٹھتے ہیں۔ پہلا یہ کہ حضرت نوح کا جو بیٹا غرقِ آب ہوا، کیا وہ آپ کا حقیقی بیٹا تھا۔

دوسرا سوال یہ اٹھتا ہے کہ حضرت نوح کی قوم پر جو سیلاب کی صورت میں عذاب آیا تو اس وقت آپ دو آبہ دجلہ اور فرات میں تھے تو اس آبی سیلاب کی کیا کیفیت تھی۔ کیا یہ پوری دنیا میں تھا یا صرف اسی علاقے میں آیا تھا۔

پہلے آپ کے اس بیٹے سے متعلق تحریر کرتے ہیں جو غرق آب ہوا اور جسے بچانے کے لئے حضرت نوح علیہ السلام نے خدا سے استدعا کی لیکن خدا نے اس استدعا کو قبول نہ کیا۔

حضرت نوح کے غرق ہونے والے اس بیٹے کے متعلق دو جدا جدا دعوے کئے گئے ہیں۔ ایک جماعت کہتی ہے کہ وہ غیر حقیقی تھا یعنی حضرت نوح کی بیوی کے پہلے شوہر کا لڑکا تھا جو حضرت نوح سے نکاح کے بعد ان کی آغوش میں پلا تھا اور دوسری جماعت حضرت نوح کی اس کافرہ بیوی پر خیانت عصمت کا الزام لگاتی ہے۔

ان علماء کو ان غیر مستند اور دور از ثواب تحریروں کی ضرورت اس لئے

www.pdfbooksfree.pk

پیش آئی کہ ان کے خیال میں پیغمبر کا بیٹا کافر ہو، ہ بہت بڑا الزام اور عجیب معلوم ہوتا ہے۔

مگر تعجب ہے وہ کیوں فراموش کر جاتے ہیں کہ حضرت ابراہیم کا باپ آذر بت تراش اور بت پرست کافر تھا۔ پس ایک جلیل القدر پیغمبر کے باپ کے کفر سے رسولِ خدا کی جلالت، عظمت اور منصب رسالت اور نبوت میں مطلق فرق نہیں آتا تو عظیم رسول اور نبی کے بیٹے کے کفر سے اس پیغمبر کی عظمت اور جلالت اور قدر میں کیا نقص آ سکتا ہے بلکہ ایک حقیقت بین نگاہ حقیقت شناس کے نزدیک تو یہ خدا اور خالق کائنات کی قدرت کاملہ کا مہر اتم ہے کہ وہ بنجر زمین میں گلاب اُگا دیتا ہے اور گلاب کے مہکتے ہوئے پھولوں کے ساتھ خار پیدا کر دیتا ہے۔ پس جب قرآن مجید نے یہ تصریح کی ہے کہ غرقِ آب ہونے والا بیٹا جس کا نام کنعان تھا۔ حضرت نوح کا بیٹا تھا تو بلاوجہ اس رقیق کو بے سند تاویلات کی کیا ضرورت ہے۔

بہرحال صحیح یہی ہے کہ کنعان حضرت نوح کا بیٹا تھا جو غرق آب ہوا مگر اس پر حضرت نوح کی ہدایت اور رشد کی جگہ اپنی بے ایمان والدہ کی آغوشِ تربیت، خاندان اور قوم کے ماحول نے برا اثر ڈالا اور وہ نبی کا بیٹا ہونے کے باوجود نافرمان ہی رہا۔

نبی اور پیغمبر کا کام فقط رشد و ہدایت کا پیغام پہنچانا ہے، اولاد، بیوی، خاندان، قبیلہ اور قوم پر اس کو زبردستی عائد کرنا اور ان کے قلوب کو پلٹ دینا نہیں ہے۔ ارباب تاریخ نے حضرت نوح کے اس بیٹے کا نام کنعان بتایا

www.pdfbooksfree.pk

ہے۔توریت کی روایت کے مطابق ہے،قرآن مجید اس کے نام کی صراحت سے ساکت ہے جو نفس واقعہ کے لئے غیر ضروری خیال کیا گیا ہے۔

دوسرا سوال یہ اٹھتا ہے کہ کیا طوفانِ نوح تمام کرہ ارض پر آیا تھا یا کسی خاص قطعہ پر۔اس کے متعلق علمائے قدیم اور جدید ہمیشہ سے دو رائے رکھتے رہے ہیں اور علمائے اسلام میں سے ایک جماعت علمائے یہود، نصاریٰ اور ماہرین علم فلکیات،طبقات ارض اور تاریخ طبیعیات کی رائے یہ ہے کہ یہ طوفان تمام کرہ ارض پر نہیں آیا تھا بلکہ صرف اس خطہ میں محدود تھا جہاں حضرت نوح کی قوم آباد تھی اور یہ علاقہ وسعت کے اعتبار سے ایک لاکھ چالیس ہزار مربع کلومیٹر تھا۔

ان کے نزدیک طوفان نوح کے خاص ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اگر یہ طوفان عام تھا تو اس کے آثار کرہ ارضی کے مختلف گوشوں اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر ملنے چاہئے تھے حالانکہ ایسا نہیں ہے نیز اس زمانے میں انسانی آبادی بہت ہی محدود تھی اور وہی خطہ تھا جہاں حضرت نوح اور ان کی قوم آباد تھی۔ابھی حضرت آدم کی اولاد کا سلسلہ اس سے وسیع نہ ہوا تھا جو کہ اس علاقے میں آباد تھا۔لہٰذا وہی مستحق عذاب تھے،انہی پر طوفان کا یہ عذاب بھیجا گیا۔باقی کرہ ارض کو اس سے کوئی مطلب نہ تھا۔

بعض علمائے اسلام اور ماہرین طبقات ارض اور علماء طبیعیات کے نزدیک یہ طوفان تمام کرہ ارض پر حاوی تھا اور ایک یہ ہی نہیں بلکہ ان کے خیال میں زمین پر ایسے متعدد طوفان آئے ہیں،ان ہی میں سے ایک یہ بھی

www.pdfbooksfree.pk

تھا اور وہ پہلی رائے کو تسلیم کرنے والوں کو آثار سے متعلق سوال کا یہ جواب دیتے ہیں کہ جزیرہ نما عراق عرب کی اس سرزمین کے علاوہ بلند پہاڑوں پر ایسے حیوانات کے ڈھانچے اور ہڈیاں بکثرت پائی گئی ہیں جن کے متعلق ماہرین علم طبقات ارض کی یہ رائے ہے کہ یہ حیوانات ماہی ہیں اور صرف پانی ہی میں زندہ رہ سکتے ہیں۔ پانی سے باہر ایک لمحہ بھی ان کی زندگی دشوار ہے، اس لئے کرۂ ارض کے مختلف پہاڑوں کی ان بلند چوٹیوں پر ان کا ثبوت اس کی دلیل ہے کہ کسی زمانے میں پانی کا ایک ہیبت ناک طوفان آیا جس نے پہاڑوں کی ان چوٹیوں کو بھی اپنی غرقابی سے نہ چھوڑا۔

ان ہر دو خیالات اور آراء کی ان تمام تفصیلات کے بعد جن کا مختصر خاکہ مضمون زیر بحث میں درج ہے، اہل تحقیق کی یہ رائے ہے کہ صحیح مسلک یہی ہے کہ طوفان عام تھا، خاص نہ تھا اور یہ مسئلہ بھی محل نظر ہے کہ تمام کائنات انسانی صرف حضرت نوح علیہ السلام کی نسل سے ہے۔

البتہ قرآن مجید نے سنت اللہ کے مطابق صرف انہیں تفصیلات پر توجہ کی ہے جو عظمت اور عبرت کے لئے ضروری تھے۔ باقی مباحث سے قطعاً کوئی تردد نہیں کیا اور ان کو انسانی علوم کی ترقی کے حوالے کر دیا ہے۔ وہ تو صرف یہ بتانا چاہتا ہے کہ تاریخ کا یہ واقعہ پہلے عقل و شعور کو فراموش نہ کرنا چاہیے کہ آج سے ہزاروں سال قبل ایک قوم نے خدا کی نافرمانی پر اصرار کیا اور اس کے بھیجے ہوئے ہادی حضرت نوح علیہ السلام کے رشد و ہدایت کے پیغام کو جھٹلایا اور ٹھکرایا اور قبول کرنے سے انکار کر دیا اور خدا نے اپنی قدرت

www.pdfbooksfree.pk

کا مظاہرہ کیا اور ایسے سرکشوں اور نافرمانوں کو طوفانِ باد باراں نے غرق کر کے تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔

جو لوگ طوفان نوح کے عام ہونے پر شک وشبہ یا شش و پنج کا اظہار کرتے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ اس سوال کا جواب آسان نہیں ہے۔ یہ درست ہے کہ عراق کی کھدائیوں میں اب تک کئی سیلاب عظیم کے آثار نہیں ملے ہیں جن کی بناء پر یقین سے کہا جا سکتا ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ سیلاب عظیم کی روایت نے مشرق کے قریب کے لوگوں کے ذہنوں پر گہرا اثر ڈالا ہے۔

فہرست شاہان میں تو سیلاب کو قدیم اور جدید تاریخ کے درمیان حد فاصل کی حیثیت حاصل ہے۔ چنانچہ فہرست شاہاں کا مصنف تمہید کے طور پر پہلے ان پانچ بادشاہتوں کا حال بیان کرتا ہے جو سیلاب سے پہلے آسمان سے نازل ہوئی، پھر کہتا ہے یہ پانچ شہر ہیں جن میں آٹھ بادشاہوں نے دو لاکھ اکتالیس ہزار سال حکومت کی تب زمین پر سیلاب چھا گیا اور سیلاب کے بعد جب بادشاہت دوبارہ آسمان سے اتاری گئی تو سب سے پہلے یہ عراق کے شہر کیش میں اتری۔

اس کے بعد عراق میں بادشاہتیں بنتی رہیں، بگڑتی رہیں یہاں تک کہ فہرست شاہاں کا نام ونشان تک باقی نہ رہا لیکن سیلاب کی روایت بدستور زندہ رہی اور ہزار سال بعد جب توریت مرتب ہوئی تو سیلاب کی داستان نے اس میں بھی اپنے لئے مقام پیدا کر لیا اور ڈیڑھ ہزار برس تک یہودی اور عیسائی صحیفے اس روایت کو نقل کرتے رہے، اسی سیلاب کا قصہ قرآن پاک

www.pdfbooksfree.pk

میں بھی بار بار دہرایا گیا ہے۔

اس سیلاب سے متعلق شک و شبہ کا اظہار کرنے والے مزید اپنے خیالات کی تقویت کے لئے لکھتے ہیں کہ محققین اور مورخین دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ یہ سیلاب اگر کسی دریا میں آسکتا تھا تو وہ دریائے فرات تھا جس کی طغیانی سے ہر شخص واقف ہے۔ چنانچہ یہ مشکوک لوگ مزید لکھتے ہیں بے شک کچھ لوگوں نے یہ اعلان کیا کہ ہم نے سیلاب نوح کا سراغ پالیا، بعض خوش اعتقاد نے کوہ جودی پر کشتی نوح کے شکستہ تختے بھی تلاش کر لئے لیکن عقل کی عدالتوں نے ان شہادتوں کو ناکام قرار دے دیا۔

ساتھ ہی یہ لوگ یہ بھی لکھتے ہیں کہ علمائے آثار اتنی آسانی سے ہار ماننے والے نہ تھے۔ چنانچہ ارشہر کے شاہی مقبروں کی کھدائی سے فارغ ہو کر 1929ء میں کچھ محققین نے سیلاب نوح کی تہ تک پہنچنے کا بیڑا اٹھایا۔ انہوں نے قبرستان کے متصل پچھتر فٹ لمبا، ساٹھ فٹ چوڑا اور پینسٹھ فٹ گہرا ایک گڑھا کھدوایا۔ اس میں بیس فٹ تک کی گہرائی تک پرانے گھروں کی ایک کے اوپر ایک تہہ نکلی۔ اس کے بعد اٹھارہ فٹ تک مٹی کے ٹوٹے ہوئے برتنوں کے ڈھیر ہی ڈھیر ملتے رہے، وہاں کسی زمانے میں کمہاروں کی بھٹی رہی ہوگی۔ اس انبار کی بالکل نچلی تہہ میں پکی مٹی کا ایک وزنی چاک بھی ملا۔ اس چاک کا قطر تین فٹ تھا۔ ایک سوراخ چاک کے وسط میں بنا ہوا تھا اور دوسرا کنارے کے پاس۔ یہ سوراخ چھوٹا سا تھا اور موٹھ لگانے کے لئے بنایا گیا تھا۔ یہ انسان کی سب سے پہلی قدیم ایجاد کا نمونہ تھا جس کی بدولت وہ

www.pdfbooksfree.pk

خالص دستکاری کے دور سے نکل کر مشین کے دور میں داخل ہوا تھا۔

برتنوں کے ٹکڑے چاک کے تھوڑی دور نیچے تک بھی ملتے گئے۔ پھر یہ برتن بالکل غائب ہو گئے۔ اس کے بعد نیچے سیلاب کی لائی ہوئی گاد کی دبیز تہ صاف نظر آنے لگی۔ گاد کی یہ تہہ گیارہ فٹ موٹی تھی۔ خوردبین سے دیکھا گیا تو پتا چلا کہ یہ گاد پانی کی تلچھٹ سے بنی ہوئی تھی اور اس میں دریائے فرات کے وسطی علاقے کی چیزوں کے اجزاء بھی شامل تھے۔ گاد کے نیچے پھر انسانی آبادی کے آثار ملے، مثلاً کچی مٹی کی شکستہ اینٹیں، راکھ، برتنوں کے ٹکڑے اور مٹی کی مورتیاں ان کی تین تہیں نکلیں۔

گاد کے بالکل نیچے کی تہہ میں پتھر کی دو مالائیں بھی ملیں۔ اس قسم کے پتھر کا قریب ترین ذخیرہ کوہ نیلگری میں بھی ہے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سیلاب کی ہم عصر سمیری قوم بڑی شوقین مزاج تھی جو پتھر کی مالائیں دور دراز کے مقامات سے منگواتی تھی یا شاید جنوبی ہند کا کوئی سوداگر یہ مالائیں وہاں لے گیا ہو، ان کی مٹی کی مورتیاں بھی بڑی نازک تھیں۔ ان مورتیوں میں حسی کیفیت بھرپور پائی جاتی تھیں۔

گیارہ فٹ موٹی گاد کی یہ تہہ صاف طور پر یہ ثابت کرتی تھی کہ حضرت نوح کی قوم پر نازل ہونے والا سیلاب آیا تھا لیکن اس سیلاب کا انکار کرنے والے پھر کوئی نہ کوئی حجت تلاش کرنے کے انداز میں کہتے ہیں کہ اس گاد کا مطلب یہ ہوا کہ دریائے فرات کا سیلاب کم از کم پچیس فٹ اونچا ضرور تھا اور اس سیلاب کی وجہ سے عراق کے نشیبی علاقوں میں تین سو بیس میل لمبا اور ایک

www.pdfbooksfree.pk

سو میل چوڑا خطہ ضرور غرقاب ہو گیا ہو گا یعنی ایران کی سرحد سے ملک شام کی سرحد کے درمیان کا سارا علاقہ سب کے سب بہہ گئے ہوں گے اور فقط چند شہر بچے ہوں گے جو ٹیلوں پر آباد تھے۔

عراق کی سرزمین میں گیارہ فٹ موٹی گاد کی تہہ ملنا یقیناً سیلاب آنے کا بین ثبوت تھا۔ اس کے باوجود مذہب سے نالاں لوگ جو اس سیلاب سے انکار کرتے ہیں، وہ یہ حجت پیش کرتے ہیں کہ عراق کے نشیبی علاقے میں فقط ایک گڑھا کھودنا اور اس کے آثار کی بناء پر پورے ملک کے بارے میں حتمی فیصلہ کرنا سائنسی طریقہ کار کے منافی ہے۔ ان لوگوں کا سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ اگر وادی میں کئی فٹ اونچا سیلاب آتا تو ارشہر کے اردگرد اور نواح کے علاقے بھی ضرور غرقاب ہو جاتے مگر اریدو، ایرک، لگاش اور لارسا شہروں کی کھدائی میں زمین کی کسی تہہ سے بھی سیلاب کی گاد برآمد نہیں ہوئی حالانکہ یہ پرانے شہر ار سے فقط چند میل کے فاصلے پر ہیں۔

ان سائنس دانوں اور محققین کے اس شک وشبہ اور انکار کا ازالہ کرنے کے لئے اس سیلاب کے حامی محققین یہ کہتے ہیں۔

بے شک ان کا یہ اعتراض اپنی جگہ وزنی ہو گا لیکن شاید انہیں یہ معلوم نہیں یا انہیں اس کا احساس نہیں ہے کہ سیلاب سے متعلق گفتگو کرتے وقت اس بات کا بھی اعتراف کیا جانا چاہئے کہ سیلابی گاد کی اتنی دبیز اور موٹی تہہ ہر جگہ نہیں ملے گی۔ اس لئے کہ سیلاب کی گاد ہر جگہ نہیں بنتی بلکہ کسی جگہ اگر پانی کا دھارا بہت تیز ہو تو وہ زمین کو گہرا کر دیتا ہے۔ ان کے خیال میں گاد وہیں

www.pdfbooksfree.pk

جمتی ہے جہاں دھارے کی روانگی میں کچھ رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔ لہٰذا عراق کی سرزمینوں کی بھی یہی حالت رہی جہاں کچھ عرصہ کے لئے سیلاب کا پانی رکا، وہاں گاد کی کئی فٹ موٹی تہہ جم گئی اور جہاں پانی رواں رہا، وہاں گاد نہیں جمی۔ چنانچہ کھدائی کے دوران جو گیارہ فٹ موٹی گاد کی تہہ کھدائی والوں نے نکالی، وہ اس بات کا بین ثبوت اور دلیل ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے دور کا سیلاب عام تھا۔

بہرحال طوفان نوح خاص اس زمین سے وابستہ رہا ہو یا تمام کرۂ زمین سے مذاہب عالم کی تاریخ اور علم آثار سے یہ قطعی ثابت ہے کہ یہ واقعہ تاریخ کی حیثیت رکھتا ہے اور اس کی حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

چنانچہ توریت کے علاوہ قدیم ہندو مذہب کی کتابوں میں بھی اس کا تذکرہ موجود ہے۔ اگرچہ قرآن مجید کے بیان کئے ہوئے سادہ اور صاف واقعات کے مقابلے میں ان میں کچھ اختلافات پائے جاتے ہیں، تاہم نفس واقعہ کے اظہار میں سب متفق نظر آتے ہیں۔

حضرت نوح کے سلسلے میں کچھ لوگ یہ بھی اعتراض کرتے ہیں کہ وہ ساڑھے نو سو برس کیسے زندہ رہے۔ قرآن مجید نے صراحت کی ہے کہ حضرت نوح نے اپنی قوم میں ساڑھے نو سو برس تبلیغ اور دعوت کا فرض انجام دیا جیسا کہ خداوند قدوس نے فرمایا اور بلاشبہ ہم نے نوح کو اس کی قوم کی جانب رسول بنا کر بھیجا۔ پس وہ ان میں پچاس کم ایک ہزار سال رہا۔

یہ عمر موجودہ عمر طبعی کے اعتبار سے بظاہر بعید از عقل معلوم ہوتی ہے

www.pdfbooksfree.pk

لیکن محال اور ناممکن نہیں ہے۔ اس لئے کہ کائنات کی ابتداء میں موجودہ برسوں میں انسانی تمدن کے مصنوعی سامانوں نے پیدا کر دی ہے اور تاریخ قدیم بھی یہ اقرار کرتی ہے کہ چند ہزار سال قبل کی عمر طبعی کا تناسب موجودہ تناسب سے بہت زیادہ تھا۔

نیز حضرت نوح کی عمر طبعی کا معاملہ اس وقت کی مستثنیات میں سے ہے جو انبیاء کی تاریخ میں آیت اللہ کی فہرست میں شمار ہوتی ہے اور جن کی حکمت اور غایت کا معاملہ خود خدا تعالیٰ کے سپرد ہے۔

طوفان نوح ختم ہونے کے بعد گویا حضرت نوح اور آپ کے ساتھیوں نے دجلہ اور فرات کی وادیوں میں ایک آبادی قائم کی تھی جس کا نام سوق الثمانین تھا یعنی ''اسّی لوگوں کا بازار'' اس کے بعد ان کی آبادی ہی نہیں تہذیب اور تمدن نے بھی خوب پھلنا پھولنا اور پھیلنا شروع کیا۔ اس لئے کہ ہر تہذیب اپنے تمدن کی پیش رو ہوتی ہے۔ تہذیب کے لئے شہر، دیہات، صحرا اور کوہستانوں کی کوئی قید نہیں کیونکہ تہذیب کا معاشرے اجتماعی تخلیقات اور اقدار کا نچوڑ ہوتی ہے۔ اس لئے تہذیب کے آثار ہر معاشرے میں ملتے ہیں، خواہ وہ غاروں میں رہنے والے نیم وحشی قبیلوں کا معاشرہ ہو یا صحراؤں میں مارے مارے پھرنے والے خانہ بدوشوں کا معاشرہ۔

چنانچہ تہذیب اس زمانے میں بھی موجود تھی جب انسان پتھر کے اوزار اور آلات استعمال کرتا تھا اور جنگلی پھلوں اور جنگلی جانوروں کے شکار پر زندگی بسر کرتا تھا۔ اسپین اور فرانس کے غاروں میں رنگین تصویریں اور مجسمے اب

www.pdfbooksfree.pk

سے چالیس پچاس ہزار برس پیشتر کے انسان کے حسن عمل اور عملی حسن کا نادر نمونہ ہے۔

ساتھ ہی مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں لیکن تمدن کی بنیادی شرط شہری زندگی ہے۔ تمدن اسی وقت وجود میں آتا ہے جب شہر آباد ہوتے ہیں۔ دراصل تمدن نام ہی ان رشتوں کی تنظیم کا ہے جو شہری زندگی اپنے ساتھ لاتی ہے۔ خواہ یہ تنظیم انسان کے باہمی رشتوں سے تعلق رکھتی ہو یا انسان اور مادی چیزوں کے باہمی ربط سے وابستہ ہو۔ یہی تنظیم آگے چل کر ریاستی نظام کی اساس بنتی چلی جاتی ہے۔

تحریر کا رواج بھی تمدن ہی کا مظہر ہے کیونکہ وہ معاشرہ جو فن تحریر سے ناواقف ہو، مہذب کہا جا سکتا ہے لیکن متمدن نہیں کہا جا سکتا۔

پرانے زمانے میں یوں تو شہر ہر جگہ دیہات ہی کی ترقی یافتہ شکل ہوتے تھے لیکن شہر اور دیہات میں آبادی کی کمی بیشی کے علاوہ کیفیتی فرق بھی پایا جاتا تھا۔ ان دونوں انسانی تنظیموں کے سماجی تقاضے اور ترکیبی عناصر جدا جدا اور ان کے ماحول اور مشاغل ایک دوسرے سے مختلف تھے۔

زراعت زمین چاہتی ہے۔ وسیع اور کشادہ زمین، فصلوں اور درختوں کو جھولا جھلانے والی زمین، کھیتوں سے سونا اگلنے والی زمین، چرواہوں کی بانسری کے گیتوں اور پرندوں کی چہچہاہٹوں سے شادکام اور مسرور زمین، اس کے برعکس شہر زراعت کا دشمن ہوتا ہے۔ وہ زمین کے سینے پر پتھر اور اینٹوں کا انبار رکھ دیتا ہے اور سڑکیں اس کے بدن میں لوہے کی گرم سلاخیں

www.pdfbooksfree.pk

بن کر پیوست ہوجاتی ہیں۔ زراعت زمین کو پھلوں، پھولوں اور پتیوں کے رنگ برنگ زیوروں سے سجاتی سنوارتی ہیں۔ شہر زمین کا زیور اتار دیتا ہے۔ اس کا سہاگ لوٹ لیتا ہے۔

اس کے باوجود شہر انسانی ہنرمندی کا شکار ہے۔ شہر میں انسان کی روح تخلیق نئے رنگ میں جلوہ گر ہوتی ہے۔ شہر علم وحکمت کا، صنعت وحرفت کا، تجارت اور سیاست کا مرکز ہوتا ہے۔ شہر انسان کے عقل وشعور کا افق وسیع کرتا ہے، اسے جینے کے قرینے اور زندگی سے لطف اندوز ہونے کے سلیقے بھی سکھاتا ہے۔

حضرت نوح کی سرزمین دجلہ اور فرات میں بھی ابتداء میں شہر تجارتی مرکز ہوتے تھے یا مذہبی زیارت گاہیں دونوں ان کی جائے وقوع عام طور پر کوئی اہم گزرگاہ ہوتی تھی۔ مثلاً کوئی بستی کسی دریا کے کنارے یا کسی شاہراہ پر آباد ہوئی۔ اب اس راہ سے آنے جانے والے قافلے لامحالہ وہاں سے گزرتے ہوئے پڑاؤ کرتے تھے یا کشتی کے مسافر وہاں اترنے لگے، گاؤں والوں سے خوراک کا سامان خریدتے تھے اور تبادلے میں اپنا مال ان کے ہاتھوں فروخت کرتے تھے۔ اس آمدورفت اور خرید وفروخت کے باعث گاؤں میں باقاعدہ تجارت کا آغاز ہوگیا، دکانیں کھلنے لگیں، بازار قائم ہونے لگے۔ یہ دیکھ کر آس پاس کے ہنرمند، صناع اور بیوپاری بھی وہاں آکر آباد ہونا شروع ہوگئے، قرب وجوار کی مصنوعات سے تجارتی قافلے ترتیب دیئے جانے لگے اور سوداگر دور دراز کا سفر کرنے لگے، آبادی بڑھنے

www.pdfbooksfree.pk

لگی تو گاؤں کی آس پاس کی زمین پر نئی بستیاں بسنے لگیں جولاہوں کی بستیاں، رنگریزوں کی بستیاں، ٹھٹھیروں کی بستیاں، سناروں کی بستیاں، معماروں کی بستیاں، موچیوں کی بستیاں، سوداگروں کی بستیاں۔ اس طرح گاؤں پھیلتے پھیلتے شہر بنتے چلے گئے اور یہ بستیاں شہروں کے محلوں میں تبدیل ہونا شروع ہو گئیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کے بعد دجلہ اور فرات کی وادیوں کا بھی یہی حال ہوا، بڑے بڑے شہر آباد ہونا شروع ہو گئے۔ دجلہ اور فرات کے قدیم شہروں میں زیادہ مشہور اریدو، ار، لاسا، اریک، عما، لگاش، فیفر، کیش، سپر سین، عکار، بابل ذرا شمال میں آشور اور نینوا اور بعد میں غرور تا بل ذکر شہر تھے۔

ان شہروں میں عام طور پر تین طبقے آباد ہو گئے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد یہ طبقاتی تقسیم بڑی تیزی سے پھیلی، سب سے اونچا طبقہ عمیلو کہلاتا تھا۔ اس طبقے میں امراء مندر کے پروہت اور منشی وغیرہ شامل تھے۔ ان پڑھے لکھے منشیوں کو نظم و نسق میں بڑا دخل تھا کیونکہ تحریر کا فن اس وقت بہت کم لوگوں کو آتا تھا۔ عدالتوں کے حاکم اور عساکر سالار بھی عمیلو طبقے سے ہی تعلق رکھتے تھے۔

دوسرا طبقہ مشکینو کہلاتا تھا۔ یہی لفظ عربی زبان میں منتقل ہو کر مسکین بن گیا۔ اس طبقے میں بیوپاری، کاریگر اور دستکار شامل ہوتے تھے۔ ان کو اسلحہ رکھنے کی اجازت نہ تھی اور نہ ہی یہ لوگ لشکر میں بھرتی ہو سکتے تھے۔

www.pdfbooksfree.pk

تیسرا طبقہ غلاموں کا تھا جن کے حقوق و فرائض پر کچھ پابندیاں تھیں۔

یہ طبقے شہروں میں تھے اور گاؤں کی بھی یہی حالت تھی۔ گاؤں میں بھی یہ تین طبقے تھے اوّل شرفاء کا جن کا امتیازی نشان رتھ تھا۔ دوسرا طبقہ مالیوں، چرواہوں اور سائیسوں کا اور تیسرا کاشت کاروں اور مزدوروں کا لشکر کے لئے لشکری عموماً اسی تیسرے طبقے سے بھرتی کئے جانے لگے تھے۔

حضرت نوح کی سرزمین میں وادیٔ دجلہ اور فرات کے قدیم باشندوں کے آلات اور اوزار عام طور پر کانسی کے ہوتے تھے۔ کانسی، تانبے، لوہے یا سونے چاندی کی مانند کوئی مفرد دھات نہیں بلکہ ٹن اور تانبے کا مرکب ہے۔ کانسی کی خوبی یہ ہے کہ وہ ٹن اور تانبے سے زیادہ سخت، مضبوط اور پائیدار ہوتا تھا اور اس کا رنگ بھی جلد خراب نہیں ہوتا تھا۔ پھر کانسی کا نقطہ تحلیل بھی تانبے سے کم ہوتا ہے مگر اس مرکب کی تیاری ایک کیمیائی عمل ہے اور جب تک تانبے اور ٹن کو آٹھ اور ایک کی نسبت سے پگلا کر آپس میں ملایا نہ جائے، کانسی نہیں بن سکتی۔ کانسی کا استعمال اس بات کا ثبوت ہے کہ وادی کے لوگوں نے تجربے کر کے کانسی بنانے کا کیمیائی عمل معلوم کر لیا تھا۔ چنانچہ دجلہ اور فرات کے لوگوں کے ہل، ہتھوڑے اور کدال، نیزے اور کٹار سب کانسی کے ہوتے تھے۔ اس لئے وادی دجلہ اور فرات کی تہذیب کو ہم کانسی کی تہذیب کہتے ہیں اور بعد میں یہیں کانسی کی تہذیب مصر، ایران، چین اور وادی سندھ میں بھی رائج ہو گئی۔

اس کے علاوہ حضرت نوح کی سرزمین نے فن تعمیر میں بھی وہ کمال

www.pdfbooksfree.pk

حاصل کیا جس کی نظیر مشکل سے ملے گی مثلاً محراب، گنبد اور ستون جن کے سہارے متمدن دنیا نے اپنے قصر اور ایوان تعمیر کئے قدیم عراقیوں کی ہی ایجاد ہیں اور لطف یہ ہے کہ ان سب کی بنیاد وہی نرسل کا جھونپڑا ہے جسے فن تعمیر کے اصول سے ناواقف خانہ بدوشوں نے ہزاروں سال بیشتر اپنا سر چھپانے کے لئے بنایا تھا۔

عراق کے شہر ارکی کھدائی میں ستائیس قبل مسیح کا ایک شاہی مقبرہ بھی ملا ہے جس میں ایک گنبد اب تک صحیح سلامت ہے۔ غالباً یہ دنیا کا سب سے پرانا گنبد ہے، اس گنبد کو پتھر کے ٹکڑوں اور مٹی کے گارے سے بھرا گیا تھا۔ اس طرح ار کے زیگورات چھت پر ایک گنبد دار حوض ملا ہے۔ زیگورات دراصل مذہبی عمارتیں ہوا کرتی تھیں۔ یہ گنبد وہاں کے حکمران ارنمو نے بارہ سو پچاس قبل مسیح میں بنوایا تھا۔ اس گنبد کی جڑائی اینٹوں سے کی گئی تھی۔

شروع میں یہ خیال کیا جاتا تھا کہ وادی دجلہ اور فرات کے قدیم باشندے ستون بنانا نہیں جانتے تھے۔ یہ خیال اتنا پختہ ہو گیا تھا کہ جب کسی ماہر آثار نے میفر شہر کے مقام پر پندرھویں صدی قبل مسیح کی ایک ایسی عمارت دریافت کی جس کے بڑے کمرے میں ستونوں کی دو رویہ قطاریں کھڑی تھیں تو آثار قدیمہ کے ماہرین نے اس کے دعوے کی تردید کر دی اور اس کا خوب خوب مذاق اڑایا اور یہ دعویٰ کر دیا کہ اس خطے میں ستونوں کا رواج تیسری صدی قبل مسیح میں یونانی فتوحات کے بعد شروع ہوا تھا۔

حالانکہ جس ملک میں قدرت خود کھجوروں کے سڈول ستون فراہم

www.pdfbooksfree.pk

کرتی ہو، وہاں ستونوں کا استعمال حیرت انگیز بات نہیں۔ پھر ایسا ہوا کہ اسی قسم کے ستون مختلف مقامات پر برآمد ہوئے، مثلاً ارمیں تین ہزار قبل مسیح کے کئی بڑے بڑے ستون دریافت ہوئے، ان ستونوں کی موٹائی سات آٹھ فٹ تھی۔ یہ ستون پکی اینٹوں کے تھے۔ ان پر کاشی کے نہایت خوبصورت نقش ونگار بنے ہوئے تھے۔ ایسے ہی کئی ستون کیش شہر میں بھی برآمد ہوئے اور پھر ایک وقت وہ بھی آیا کہ العبید شہر کے چھوٹے معبدو میں کھجور کے تنوں کے قدرتی ستون پائے گئے، ان ستونوں پر تانبے کی چادر چڑھی ہوئی تھی۔ ان ستونوں کو وہاں کے بادشاہ انی نے ستائیس سو قبل مسیح میں بنوایا تھا۔ یہ ساری چیزیں جب کھدائی کے درمیان دریافت ہوگئیں تب دنیا کو معلوم ہوا کہ ستون دراصل کھجور کے تنوں کی نقل ہیں اور ستون کا استعمال سب سے پہلے عراق ہی میں ہوا تھا نہ کہ یونان میں۔

www.pdfbooksfree.pk

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک یہ بھی روایت ہے کہ فرزندانِ نوح میں عربوں کے ابوالآباء سام ہیں۔ حبشیوں کے جدامجد ہام ہیں اور رومیوں کے جداعلیٰ یافت ہیں۔

سعید بن المسیب کہتے ہیں کہ حضرت نوح کے تین لڑکے تھے: سام، ہام اور یافت۔ سام سے تو اقوام عرب، فارس اور روم پیدا ہوئے کہ ان سب میں خیر وفلاح ہے، ہام سے اقوام سوڈان، بربر وقبطی پیدا ہوئے اور یافت سے ترک، صقالیہ یاجوج ماجوج اور منگول وغیرہ قومیں پیدا ہوئیں۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کے پاس وحی بھیجی کہ اے موسیٰ! تو اور تیری قوم اہل جزیرہ اور اہل اعلیٰ یعنی بالائی عراق کے باشندے سام بن نوح کی اولاد ہو۔

ابن عباس ہی کہتے ہیں، عرب، ایرانی، قبطی، ہندوستانی بھی سام بن نوح کی اولاد ہیں۔

محمد بن السائب کہتے ہیں، ہندوستانی یوفر بن یقتن بن عابر بن شالخ بن رفخشد بن سام بن نوح کی اولاد ہیں۔

مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ قوم جرہم وغیرہ جرہم بن عاجر بن سبان بن

www.pdfbooksfree.pk

یقتن بن عابر بن شالخ بن ارفخشند بن سام بن نوح کی اولاد ہیں۔

حضرالموت کے قبائل وغیرہ حضرالموت بن یقتن بن عابر بن شالخ بن ارفخشند بن سام بن نوح ہیں۔ یہ ان راویوں کا قول ہے جو حضرالموت کو بنی اسماعیل سے منسوب نہیں کرتے۔ یقتن ہی کا نام قحطان بھی تھا۔

ابن عابر بن شالخ بن ارفخشند بن سام بن نوح یہ قول ان کا ہے جو آل قحطان کو حضرت اسماعیل کی اولاد نہیں مانتے۔

اس کے علاوہ مؤرخین یہ بھی کہتے ہیں کہ پارسی یعنی فارسی ایرانی فارس بن ببرس بن یاسور بن سام بن نوح کی اولاد ہیں اور جہاں تک قبطی قوم کا تعلق ہے تو وہ قبیط بن ماش بن ارم بن سام بن نوح کی نسل سے ہیں۔ اہل جزیرہ ماش بن ارم بن سام بن نوح سے ہیں۔

اور عمالقہ جنہیں تاریخ کے اوراق میں ہکسوس اور چرواہے بھی کہتے ہیں۔ یہ بھی حضرت نوح کے بیٹے سام کی نسل سے ہیں۔ یہی وہ عمالقہ ہیں جنہیں عمالیق بھی لکھا گیا، انہیں عمالیق نے نہ صرف مصر پر حکومت کی اور اللہ کے نبی یوسف جب مصر میں داخل ہوئے تو اس وقت انہی اعمالیقیوں کی حکومت مصر میں تھی۔ اس کے علاوہ یہی مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم جس کا پرانا نام یثرب تھا، اور انہی کی وہاں حکومت تھی۔

انہیں عمالیقیوں سے متعلق مؤرخین لکھتے ہیں کہ یہ علیق بن لوذ بن سام بن نوح کی اولاد سے تھے اور اس عملیق کا نام اریب بھی تھا جو قوم عمالقہ کا ابوالآباء تھا۔

www.pdfbooksfree.pk

اس کے علاوہ بربر بھی عمالقہ ہی کی شاخ ہیں جن کا سلسلہ یوں ہے۔

بربر بن تمنیلہ بن مازوب بن فران بن عمرو بن عمالیق بن لوزی بن سام بن نوح۔

افریقہ کے مشہور بربر قبائل جن میں ضہائبہ اور کتامہ شامل ہیں، یہ اگرچہ بربر ہیں مگر عمالقہ کی اولاد سے نہیں ہیں بلکہ یہ افریقیش بن قیس بن سیفی بن سبا بن قحطان بن عابر بن شالخ بن ارفخشند بن سام بن نوح کی اولاد ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ بابل سے نکلتے ہی عملیق نے پہلے پہل عربی زبان میں باتیں کیں۔ عرب العاربہ انہی عمالیقیوں اور بنی جرہم کو کہا جانے لگا تھا۔

اس کے علاوہ عرب کے قبائل طلسم اور عمیم لو بن سام بن نوح کی نسل سے تھے۔ ثمود اور جرمین قبائل جاثر بن ارم بن سام بن نوح کی اولاد سے تھے۔ عاد اور عبیل وغیرہ عوز بن ارم بن سام بن نوح کی نسل سے ہیں جبکہ رومن وغیرہ فنی بن یونان بن یافث بن نوح کی نسل سے ہیں۔ نمرود جو حضرت نوح کے علاقے دجلہ اور فرات کے دوآبہ میں بعد کے دور میں حکمران رہا، وہ نمرود بن کوش بن کنعان بن ہام بن نوح کی نسل سے تھا۔ نمرود ہی فرمانروائے بابل تھا اور اسی کے ساتھ ابراہیم خلیل اللہ کا واقعہ پیش آیا تھا۔

اس کے علاوہ حضرت نوح کی نسل سے دو بڑی اور اہم نمایاں قومیں یا قبائل تھے۔ ایک عاد اور دوسرے ثمود۔ عاد کو ان کے زمانے میں عاد ارم ہی کہتے تھے۔ جب یہ قوم حضرت ہود کی فرمانبرداری نہ کرنے کی بناء پر تباہ ہوگئی تو قوم ثمود کو ثمود ارم کہنے لگے۔ جب یہ قوم بھی برباد ہوگئی تو اولاد ارم کو ارماں کہنے لگے

www.pdfbooksfree.pk

کہ یہی ارماں ہی بعد کے دور میں قبطی کہلائے۔ ان سب کا دین اسلام تھا اور بابل ان سب کا مقام تھا، یہاں تک کہ نمرود بن کوش بن کنعان بن سام بن نوح فرمانروا ہوا۔ انہیں بت پرستی کی دعوت دی اور سب نے نمرود کی بات مانتے ہوئے بت پرستی شروع کر دی۔ آخر یہ واقعہ پیش آیا کہ شام میں بسنے والے لوگ جو اس وقت سریانی زبان میں باتیں کرتے تھے، اللہ نے ان کی ایسی حالت کی، صبح آئی تو خدا نے ان کی زبانیں بدل دیں اور ایسی بدلیں کہ ایک کی دوسرے کو سمجھ نہ آتی تھی۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ جب حضرت نوح کی نسل میں خدا نے زبانیں بدلیں تو اولادِ سام کی اٹھارہ زبانیں ہو گئیں۔ اولادِ ہام کی بھی اٹھارہ زبانیں ہو گئیں اور اولاد یافت کی چھتیس زبانیں ہو گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے قوم عاد، عبیل، ثمود، جدیس، اعملیق، طسم، اولاد یقتن کو عربی زبان کی تعلیم دی یعنی ان قوموں کی زبان عربی ہو گئی اور یوناتن بن نوح نے بابل میں انہیں اقوام کے لئے جھنڈے قائم کئے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بابل سے نکل کر حضرت نوح کے بیٹے سام کی اولاد نے ارض مجدل میں قیام کیا اور یہی زمین کی ناف کہلاتی ہے۔ یہ وہ زمین ہے کہ ایک طرف تو سمندر ہے اور دوسری طرف یمن شام تک بیچوں بیچ واقع ہے۔ یہی وہ قوم ہے جسے اللہ تعالیٰ نے پیغمبری، نبوت، شریعت، حسن و جمال، گندم گونی اور گورا رنگ عنایت فرمایا۔

جہاں تک حضرت نوح کے دوسرے بیٹے ہام کا تعلق ہے تو بنی ہام اس علاقے میں فروکش ہوئے جہاں بادِ جنوب اور مغربی ہوائیں چلتی ہیں۔ اس

www.pdfbooksfree.pk

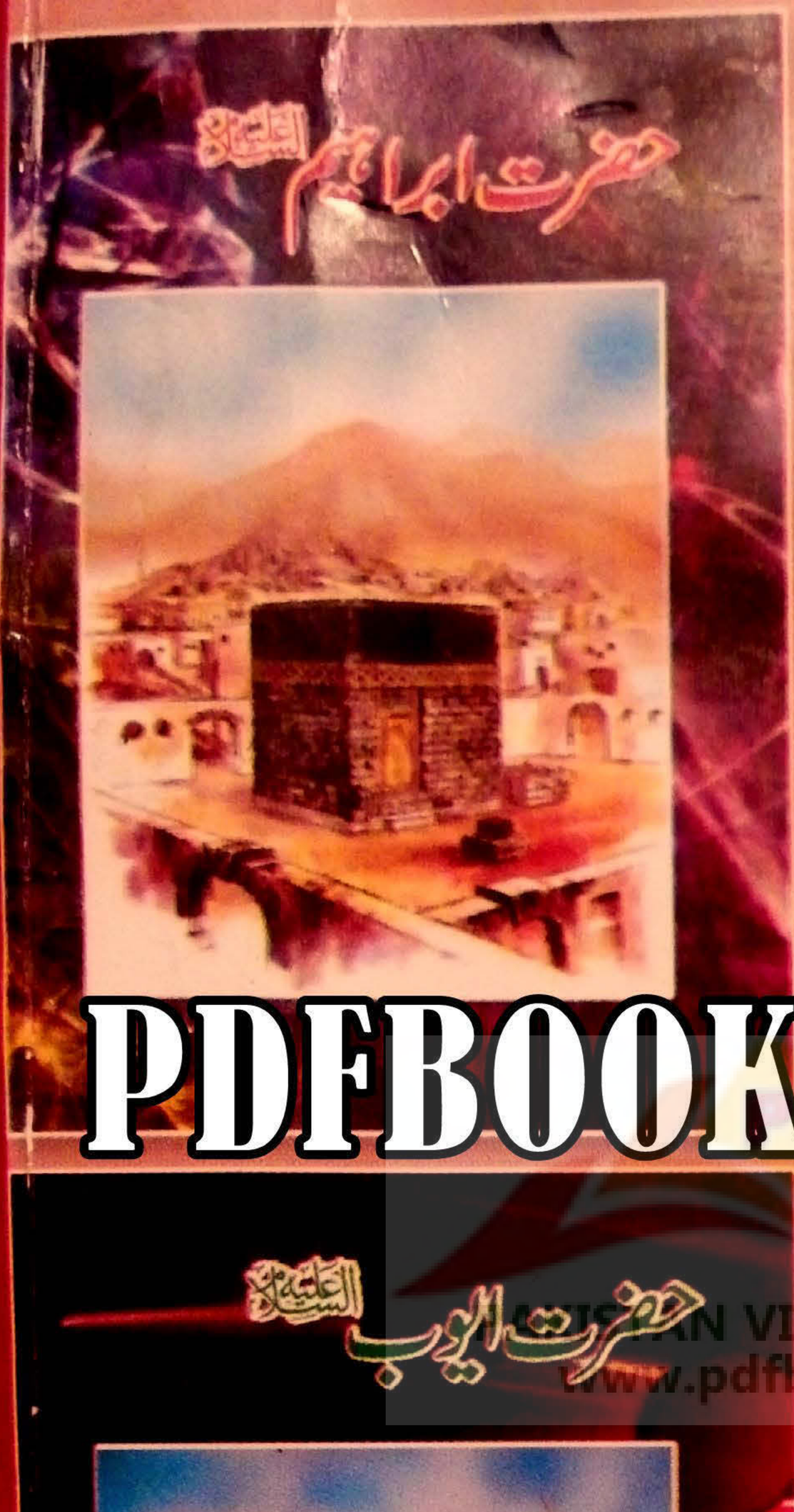
گوشہ زمین کو داردم کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں کچھ گندم گونی اور بقدرے قلیل گورا رنگ رکھا۔ ان کے علاقے آباد موسم شاداب طاعون ان کی زمین میں اکثر ہوتا تھا۔

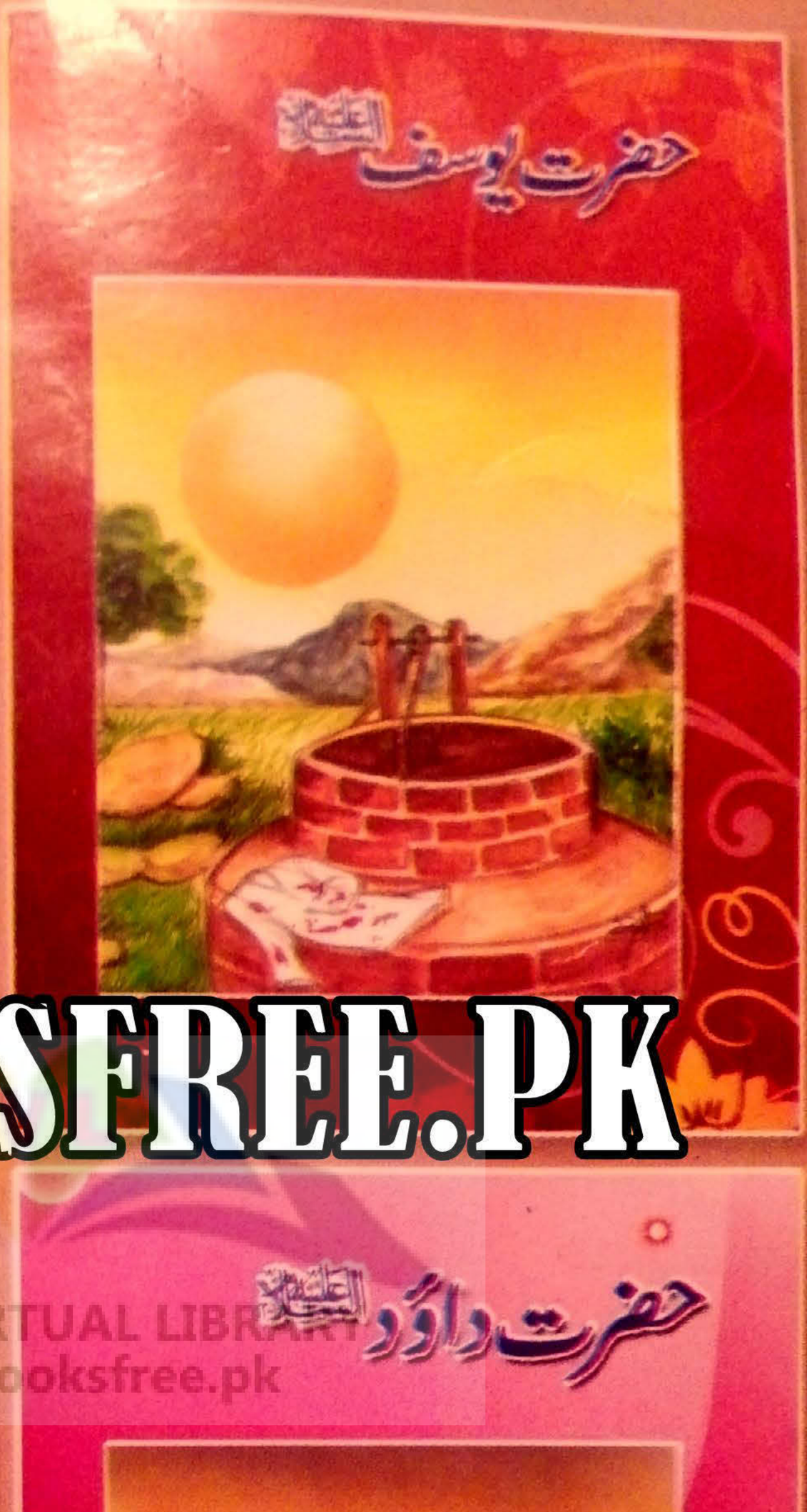
جہاں تک حضرت نوح کے تیسرے بیٹے یافت کا تعلق ہے تو اولاد یافت نے صفون کی سرزمینوں میں اقامت کی جہاں شمالی اور مشرقی ہوائیں چلتی تھیں۔ ان میں سرمئی مائل سیاہی کا رنگ غالب رہا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے علاقے الگ کر دیئے۔ یہی وجہ ہے، وہاں سخت سردی پڑتی ہے، ان کی فضاء بھی الگ تھلگ رکھی ہے جس کے باعث کواکب سبع میں سے کسی کے یہ زیر حرکت نہیں اور یہ لوگ بنات النعش کے نیچے واقع ہیں یعنی ان اقوام کے ممالک انہی کروں یا ستاروں کے بالمقابل ہیں جو طاعون میں مبتلا ہوا کرتے تھے۔

یوں حضرت نوح کے بعد ان کے بیٹے اپنے اپنے قبیلوں کو لے کر مختلف علاقوں میں آباد ہو گئے۔ اس طرح زمین کے وسیع خطے آباد ہونا شروع ہوئے۔ گاؤں بننے لگے، جہاں پانی میسر تھا یا دریاؤں کے کنارے کنارے بڑے بڑے شہر آباد ہونے لگے اور اس طرح حضرت نوح کی اولاد کی وجہ سے زمین آباد ہونا شروع ہو گئی۔

☆☆☆

www.pdfbooksfree.pk





PDFBOOKSFREE.PK

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Ph:
32773302 شمع بک ایجنسی نیو اُردو بازار کراچی